Title

زیرسرپرستی

عبدالستار

فہم وفکر

پیش نظر

اسلام کے قلعے سعودی عرب پاکستان اور ترکی	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	[illegible]	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ	08

مضامین

دین و دنیا کا اختلاط	زبیر احمد	10
آسان حج نمبر بہ نمبر	محمد راحیل رؤوف	11
حصولِ معتبر	حذیفہ رفیق	14
کیا آپ بھی پریشان ہیں؟	محمد اسامہ سرسری	16
مرابحہ... خرید و فروخت کا ایک اسلامی طریقہ	غلام عباس	19
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	21
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم شمیم احمد	23

خواتین اسلام

برف کی قید	قرۃ العین ہاشمی	26
گرہیں	کائنات عبدالحسیب	30
ہیئر ایک تجربہ	محمد وائل	32

باغیچہ اطفال

دو گنا منافع	بنت مسعود	34
زمین کی زبان	ڈاکٹر الماس روحی	36
بچوں کے فن پارے	ادارہ	38
پسینہ خشک ہونے سے پہلے	اہلیہ محمد فیصل	40

بزم ادب

میں پہلے مسلمان ہوں	ظفر علی خان	42
اتباع سنت	طاہرہ حقانی	43
گلدستہ	ادارہ	44

اخبار السلام

خبر نامہ	ادارہ	46

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہم دین کراچی

اگست 2016ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

editor@fahmedeen.org

آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0322-2120004 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

زر تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک	25 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	داسا پرنٹر	دفتر فہم دین

meat one

02

مدیر کے قلم سے

اسلام کے قلعے سعودی عرب پاکستان اور ترکی

اسلام آفاقی اور عالمی مذہب ہے۔ اس کے پیروکار اسلامی روح اور اسلامی تہذیب وتمدن کے ساتھ پوری دنیا میں آباد ہیں۔ اہلِ اسلام کے تین مضبوط قلعے ہیں: سعودی عرب، ترکی اور پاکستان۔

سعودی عرب حرمین شریفین کا محافظ ہے۔ تمام مسلمانوں کے ایمانی سوتے وہیں سے پھوٹتے ہیں، مسلمانوں میں ہزار کمیوں کے باوجود بیت اللہ اور روضہ اقدس ہی وہ مراکز ہیں، جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو ہر سال حج کے موقع پر جمع ہونے، ایک دوسرے کے دُکھ درد کو سمجھنے اور بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کرکے پھر سے امتِ اسلامیہ بننے کی دعوت دیتے ہیں۔

پاکستان بھی اسلام کا قلعہ ہے اور اسے قلعہ بننے کا حق حاصل بھی ہے، اس لیے کہ اگست اور رمضان المبارک کی جس رات میں اللہ نے اہلِ پاکستان کو یہ وطنِ عزیز کا تحفہ دیا، ٹھیک اسی رات میں اللہ نے اہلِ اسلام کو دستورِ ہدایت کلامِ مجید کا تحفہ بھی دیا تھا۔ پاکستان کو قلعہ بننے کا حق اس لیے بھی حاصل ہے کہ وہ اسلام جس کی کرنیں آج سے چودہ سو سال پہلے حرمین شریفین، دیارِ مقدس، سرزمینِ حجاز اور مکہ ومدینہ سے پوری دنیا میں پھیلی تھیں، آج اسی کی نگہ بانی کے لیے، اور قرآن وسنت کی ترویج کے لیے اللہ نے سرزمینِ پاکستان کا انتخاب کیا اور یہاں مدارس کے نام پر اسلام کے ایسے معیاری چشمے جاری فرمادیے، جن سے ہدایت کے پیاسے پوری دنیا سے آآکر سیراب ہو بھی رہے ہیں اور تشنہ لب دنیا کے لیے اسلام کے اس آبِ حیات کا تحفہ لے کر قریہ قریہ بستی بستی کلمے کی دعوت کو پھیلا بھی رہے ہیں۔ اسلام اور اسلام کے قلعے مدارس ایسی نعمتِ عظمیٰ ہیں، جس کی بدولت پوری دنیا کے اہلِ اسلام کے دِل پاکستان کے ساتھ دھڑکتے ہیں

ترکی بھی اسلام کا قلعہ ہے۔ ایمانی غذا اہلِ اسلام حرمین شریفین سے حاصل کررہے ہیں، دینی سیرابی مدارسِ اسلامیہ کی شکل میں پاکستان سے ہورہی ہے اور تیسرا اہم میدان مسلمانوں سے رفاہی ہم دردی کا فریضہ ترکی سرانجام دے رہا ہے۔ فلسطین میں مظلوم مسلمانوں کی مدد درپیش ہو یا شام کے دربدر مسلمانوں کو عزت سے پناہ دینے کا مسئلہ ہو یا بنگلہ دیش کے مسلمانوں پر اپنی ہی سرزمین تنگ کی جارہی ہو۔ ہر جگہ ترکی کے مردِ قلندر نے پوری ایمانی قوت سے اسلامی اخوت کی آواز بلند کی۔ شام کے پناہ گزینوں کو ترکی کی شہریت دینے کی بات کی۔ یہ ترکی کا مردِ قلندر ہی تھا، جس نے ایک تقریر میں بڑے پیارے انداز سے یہ بات سمجھائی کہ ایک بیٹے نے باپ سے پوچھا کہ "بابا! میری قوم کیا ہے؟" تو باپ نے جواب دیا: "بیٹا! یہ سوال میں نے بھی تمہارے دادا سے کیا تھا، مگر انھوں نے مجھے جواب دیا کہ بیٹا! قبر میں یہ سوال تو ہوگا کہ تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا رسول کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہاری قوم کیا ہے؟" شاید انہی مظلوم اور بے کسوں کی دعائیں ہی رنگ لائیں کہ جو جمہوریت آج تک صرف فحاشی، عریانی اور ہم جنس پرستی کے لیے اکٹھی ہوتی رہی، نعرے لگاتی رہی، پارلیمان سے قانون منظور کرواتی رہی، آج وہی جمہوریت اسلامیت کی خدمت کرتی نظر آتی ہے اور پوری دنیا کے کفر کے اکٹھا ہونے کے باوجود ترکی کے مردِ قلندر کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔

ترک صدر طیب اردگان کو لوگ نیلس منڈیلا بننے کا مشورہ دیتے ہیں کہ اس نے بلا تفریقِ رنگ ونسل کالے گورے سب کے لیے کام کیا اور کالوں کے حقوق حاصل کرنے کے بعد گوروں کو بھی ساتھ ملا کر چلایا اور طیب اردگان سب کو ساتھ لے کر نہیں چل رہا۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ طیب اردگان، نیلسن منڈیلا سے بھی زیادہ اہم، مشکل اور ضروری کام سرانجام دے رہا ہے۔ بلاشبہ نیلس منڈیلا نے بلا تفریقِ رنگ ونسل کام کیا، لیکن یہ صرف اپنی قوم کے لیے، اپنے ملک کے لیے کیا۔ اگر کوئی کالا یا گورا ملک سے باہر تھا، اس کے لیے منڈیلا کی محنت میں کوئی حصہ نہیں تھا، لیکن طیب اردگان جو کام کررہا ہے، وہ بھی بلاشبہ قوم اور ملک سے آگے بڑھ کر عالمی سطح کا ہے، وہ پوری دنیا کے انسانوں اور مسلمانوں کے لیے آواز لگا رہا ہے، وہ صرف اپنے ملک کے گوروں کے لیے آواز نہیں لگا رہا، ایسا نہیں ہے کہ اس کے ملک میں کالی رنگت والوں کو رہنے کی اجازت ہی نہیں اور گورے جو مرضی کرتے رہیں۔ یہ تفریق تو اس کی گھٹی میں ہی نہیں۔

ہاں ایک اور تفریق ضرور ہے اس کے ذہن میں، وہ ہے حزب اللہ اور حزب الشیطان کی تفریق۔ اللہ کی ماننے والوں اور اللہ کی نہ ماننے والوں کی تفریق۔ وہ چاہتا ہے کہ اللہ کی ماننے والوں کے لیے یہ دنیا امن کا گہوارا بن جائے اور مسلمانوں کی اسی رفاہی خدمت نے ترکی کو پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے اسلام کا تیسرا قلعہ بنادیا ہے اور یہی بات دنیا کو کانٹے کی طرح چبھ رہی ہے، ورنہ دنیا نے "بغاوت" کے موقع پر دیکھ لیا کہ اس کی عوام اسے کس جذبے سے چاہتی ہے اور اس سے کتنا خوش ہے۔ اللہ اسلام کے ان تینوں قلعوں کی حفاظت کرے اور ہمیں اپنی جان مال اور دعاؤں سے ان کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہم وفکر

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن

البقرہ 272-267

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ
وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ 267

ترجمہ: اے ایمان والوں! جو کچھ تم نے کمایا ہو اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا کرو اور یہ نیت نہ رکھو کہ بس ایسی خراب قسم کی چیزیں (اللہ کے نام) پر دیا کروگے جو (اگر کوئی دوسرا تمھیں دے تو نفرت کے مارے) تم اسے آنکھیں موندے بغیر نہ لے سکو اور یاد رکھو کہ اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ ہر قسم کی تعریف اسی کی طرف لوٹتی ہے۔ 267

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ 268

ترجمہ: شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور تمھیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے؛ اور اللہ تم سے اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ بڑی وُسعت والا، ہر بات جاننے والا ہے۔ 268

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ 269

ترجمہ: وہ جس کو چاہتا ہے دانائی عطا کردیتا ہے اور جسے دانائی عطا ہوگئی اسے وافر مقدار میں بھلائی مل گئی اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو سمجھ کے مالک ہیں۔ 269

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ 270

ترجمہ: اور تم جو کوئی خرچ کرو یا کوئی امانت مانو اللہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کو کسی طرح کے مددگار میسر نہیں آئیں گے۔ 270

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ
271

ترجمہ: اگر تم صدقات ظاہر کرکے دو تب بھی اچھا ہے اور اگر ان کو چھپا کر فقرا کو دو تو یہ تمہارے حق میں کہیں بہتر ہے اور اللہ تمہاری برائیوں کا کفارہ کردے گا اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ 271

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ
وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ 272

ترجمہ: (اے پیغمبر) ان (کافروں) کو راہِ راست پر لے آنا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے، لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر لے آتا ہے[1] اور جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو وہ خود تمہارے فائدے کے لیے ہوتا ہے، جب کہ تم اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے سوا کسی اور غرض سے خرچ نہیں کرتے اور جو مال بھی تم خرچ کروگے تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔ 272

تشریح نمبر 1... بعض انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کے کچھ غریب رشتہ دار تھے، مگر چوں کہ وہ کافر تھے اس لیے وہ ان کی امداد نہیں کرتے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ وہ اسلام لے آئیں تو ان کی امداد کریں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی ہدایت فرمائی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی) اس طرح مسلمانوں کو بتایا گیا کہ آپ پر ان کے اسلام لانے کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور اگر آپ ان غریب کافروں پر بھی اللہ کی خوش نودی حاصل کرنے کی نیت سے کچھ خرچ کریں گے تو اس کا بھی پورا پورا ثواب ملے گا۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

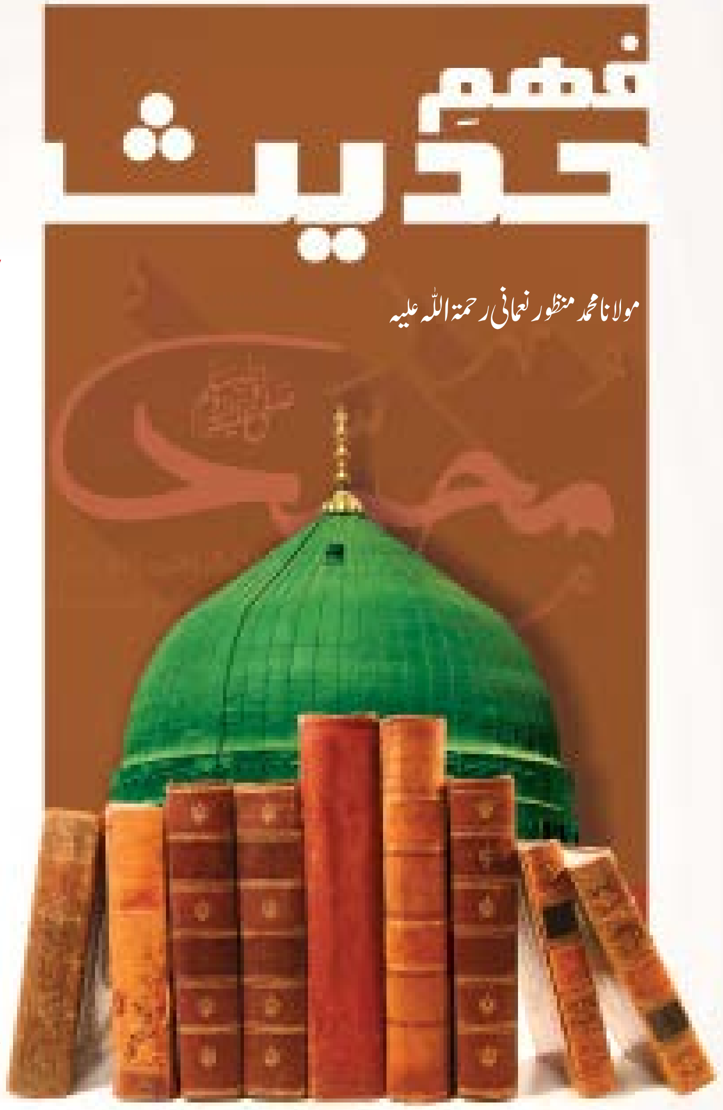

9ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں جب اللہ کے خصوصی مہمان (حجاج) بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں۔ اس دن وہاں رحمتِ خداوندی کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے' وہ قبولیتِ دعا کا خاص الخاص موقع ہے۔ اس موقع کی جو دعائیں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں' انہیں ہمیں اپنی روزمرہ کی دعاؤں میں شامل کر لینا چاہیے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفْضَلُ الدُّعَاءِ یَوْمَ عَرَفَةَ وَاَفْضَلُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنَّبِیُّوْنَ قَبْلِیْ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔" (رواہ الترمذی)

ترجمہ... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عرفہ کے دن کی بہترین دعا اور بہترین کلمہ جو میری زبان سے اور مجھ سے پہلے نبیوں کی زبان سے ادا ہوا وہ یہ کلمہ ہے: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہی ایک معبود ہے' کوئی اس کا ساجھی اور شریک نہیں' اسی کی فرمانروائی ہے' صرف اسی کے لیے حمد و ستائش سزاوار ہے اور ہر چیز اس کے زیرِ قدرت ہے)۔

تشریح... اس کلمہ میں اگرچہ بظاہر دعا اور سوال نہیں ہے لیکن یہ کہنا کہ "بس وہی رب اور معبود ہے اور ہر چیز پر اس کو قدرت ہے اور اس کی اور صرف اسی کی فرمانروائی ہے۔" یہ بھی دعا ہی کی ایک صورت ہے اور بڑی بلیغ صورت ہے اور بلاشبہ بعض حیثیتوں سے اور بعض پہلوئوں سے یہی افضل ترین کلمہ ہے۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اَكْثَرُ مَا دَعَا بِهِ النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ عَرَفَةَ فِی الْمَوْقِفِ "اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِیْ نَقُوْلُ وَخَیْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ وَاِلَیْكَ مَاٰبِیْ وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِیْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِیْءُ بِهِ الرِّیْحُ"۔

ترجمہ... حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن وقوف کے وقت رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ یہ دعا کی "اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ تا مِنْ شَرِّ مَا تَجِیْءُ بِهِ الرِّیْحُ۔" (اے اللہ! تیرے ہی لیے ساری حمد و ستائش سزاوار ہے' اس طرح جس طرح تو فرماتا ہے' اس سے بہتر جو ہم تیری حمد و ثناء میں کہتے ہیں! اے اللہ! میری نماز اور میرا حج اور میری ساری عبادات اور میرا جینا مرنا سب تیرے ہی لیے ہے اور مجھے زندگی ختم کر کے تیرے ہی حضور میں واپس جانا ہے اور جو کچھ میں چھوڑ کے جائوں تو ہی اس کا وارث ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں' عذابِ قبر سے اور دل کے وسوسوں سے اور پراگندہ حالی سے اور پناہ مانگتا ہوں ہوائوں کے شر سے اور ان بُرے اثرات اور عواقب سے) (جامع ترمذی)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ كَیَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ

ترجمہ... حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس آدمی نے حج کیا اور اس میں نہ تو کسی شہوانی اور فحش بات کا ارتکاب کیا اور نہ اللہ کی کوئی نافرمانی کی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو کر واپس ہو گا' جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح... قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: "اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ۔"

اس آیت میں حج کرنے والوں کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ خاص کر زمانۂ حج میں وہ شہوت کی باتوں اور اللہ کی نافرمانی والے سارے کاموں اور آپس کے جھگڑے بازی سے بچیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کی اس حدیث میں اس ہدایت پر عمل کرنے والوں کو بشارت سنائی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جو شخص حج کرے اور ایامِ حج میں نہ تو شہوت کی باتیں کرے اور نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی کوئی ایسی حرکت کرے جو فسق کی حد میں آتی ہو تو حج کی برکت سے اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور وہ گناہوں سے بالکل ایسا پاک و صاف ہو کر واپس ہو گا جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے دن بے گناہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ دولت نصیب فرمائے۔

Burger Shack
07

مخلوق کی خاطر اللہ کی ناراضی حماقت

میرے عزیزو! اعمال صالحہ اور وظائف کا اختیار کرنا تو آسان ہے' مگر گناہوں کو چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ حالاں کہ گناہوں کے اثرات سے نیکیوں کے اثرات بھی ضائع ہو جاتے ہیں۔

جب آدمی کی زندگی بدلتی ہے' کچھ توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے' اس سے کچھ نیکیاں تو آجاتی ہیں' لیکن یہ بندہ گناہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ وظائف بھی چل رہے ہیں' اعمال صالحہ بھی کیے جارہے ہیں' گناہوں کو بھی نہیں چھوڑا جارہا' تو یہ اس وجہ سے کہ نیکیوں کے اثرات اس کی زندگی پر نہیں پڑ رہے۔ وہ اثرات ضائع ہو جاتے ہیں۔

اس کو مثال سے یوں سمجھیں کہ دودھ بالٹی میں ڈالتے رہیں' نیچے سوراخ بھی چھوڑ دیں تو دودھ جمع تو نہیں ہوگا نا! وہ تو ضائع ہو رہا ہے۔ اس کے برعکس اگر بالٹی میں ایک ایک قطرہ ڈالیں' لیکن بالٹی کے سوراخ کو بند کر دیں تو ایک نہ ایک دن بالٹی ضرور دودھ سے بھر جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص فرائض و واجبات ہی پر اکتفا کر لے لیکن گناہ نہ کرے تو اس طرح نیکیوں کے نور سے اس کے ایمان کی سطح بہت بلند ہو جائے گی' انشاء اللہ۔

اب ہوتا یہ ہے کہ ایک شخص تمام نیک اعمال کرتا ہے' لیکن گناہوں سے نہیں بچتا اس کی مثال ایسی ہے کہ دوا تو پیتا ہے مگر پرہیز نہیں کرتا' خود ہی بتایئے کیا اس کو شفا ہو گی؟ مرض کی دوا بھی کھائے اور تھوڑا تھوڑا ساتھ زہر بھی اپنے اندر انڈیلتا رہے تو کیا اس کو صحت نصیب ہو گی؟

کافروں کی آپس میں دوستی اور طرح کی ہوتی ہے یعنی صرف دنیا کے اغراض ان کے سامنے ہوتے ہیں' لیکن ایمان والوں کی آپس میں دوستی کی علامات اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہیں: **وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ**۔ ایمان والے آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں' جن کی دوستی کی شان یہ ہے کہ ایک دوسرے کو بھلی باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے روک ٹوک کرتے ہیں۔ یہ ایمان والوں کی دوستی کا حق ہے۔

اب دیکھیں کہ اگر ہمارے آپس میں تعلقات صرف دنیاوی حد تک ہیں تو وہ تو کافروں کے مشابہ ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ آج کل ہم برائیوں کو دیکھ کر خاموش رہنے کو دوستی کا حق سمجھتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ اگر میں کچھ کہوں گا تو میرا دوست ناراض ہو جائے گا۔ آج کل مزاج یہ بن چکا ہے کہ کسی کی برائی دیکھی تو یہ کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں اپنا ہی دوست ہے۔ اس جرم کی سزا یہ ملتی ہے کہ ان کے قلوب آپس میں ایک دوسرے کے احترام سے خالی ہو جاتے ہیں۔

یہ معاملہ باپ' بیٹے کا بھی ہے۔ بیوی اور شوہر کا بھی ہے۔ بھائی بھائی کا بھی ہے۔ دوست دوست کا بھی ہے۔ جب اللہ کا احترام اور اس کا لحاظ کر کے اپنے دوست کو گناہ سے نہیں

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

روکا تو اللہ اس کے دل سے اس کا احترام نکال دیتا ہے۔ گناہ کی سزا اسی رخ سے ملتی ہے جس رخ کا گناہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اللہ کا احترام اور لحاظ نہیں کیا تو ان کے دل بھی ایک دوسرے کے لحاظ سے خالی ہو جاتے ہیں۔

ہاں! یہ بات ضرور سامنے رہے کہ ان میں سے ہر ایک کو اس کام سے روکنا ہو تو وہ حکمت سے ہونا چاہیے۔ بیوی کو کسی کام سے روکنا ہے تو وہ بھی حکمت سے' بیٹی کو کسی فعل سے باز رکھنا ہے تو وہ بھی حکمت سے' دوست کو کسی کام سے منع کرنا ہے تو بھی حکمت سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ حکمت کی تو اللہ نے تلقین کی ہے۔ لیکن مداہنت کرنا کہ گناہ کو دیکھتے رہنا اور اس سے نہ روکنا یا اس پر خوشی کا اظہار کرنا' اس سے نحوست ہوتی ہے کہ دل ایک دوسرے کے احترام سے خالی ہو جاتے ہیں۔ پھر جب بھی انہیں تلقین کریں یا ناراضی کا اظہار کریں تو نیت ٹھیک کر لیں کہ نفسانیت کی بنیاد پر کر رہا ہوں یا اللہ کے لیے کر رہا ہوں؟

بسا اوقات نفسانیت کی بنیاد پر تنقید ہوتی ہے تو تب بھی نقصان ہوتا ہے۔ اس لیے ایک لمحے کے لیے اپنا محاسبہ کر لیں کہ کیا میں یہ کام اپنے نفس کی وجہ سے تو نہیں کر رہا۔ پھر اللہ سے مانگ بھی لینا چاہیے کہ اے اللہ! تو اس کام کا سلیقہ بھی دے دے۔ اس کی تلقین میں خلوص کی نشانی یہ ہے کہ اس تلقین سے پہلے اس کے لیے اللہ سے ہدایت بھی مانگ لے اور اپنے لیے اللہ سے مدد بھی مانگ لے۔ اس کی پھر برکت بھی ہوتی ہے۔

آج کل آپ دیکھ لیں کہ دوستوں میں خلوص نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان دونوں کو اللہ کا احترام نہیں ہے۔ جب اللہ کا احترام نہیں کیا تو ان کے دل بھی ایک دوسرے کے احترام سے خالی ہو گئے۔ پھر ان میں سے ہر ایک دوسرے پر غائبانہ تنقید اور غیبت کرتا ہے۔ یہ سزا عمل کے مطابق ہو گئی' جیسا گناہ ویسی ہی سزا۔ اللہ کا احترام نہیں کیا اور لحاظ نہیں رکھا تو ان کے دل بھی آپس میں نہ جڑ سکیں گے' کیوں کہ جو شخص حق تعالیٰ کے اوامر ونواہی میں خاموش رہا' گویا کہ اس نے حق تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا نہیں کیا۔ پھر اس کا احترام دلوں سے کیوں نہ اٹھ جائے؟

اگر کسی کار کے انجن میں پٹرول بھر دیا جائے' مگر پٹرول کی ٹینکی میں سوراخ ہو جس سے پٹرول گر کر سڑکوں پر بکھر جائے تو گاڑی تھوڑی دیر بعد بند ہو کر کھڑی ہو جائے گی۔ اب سمجھیں کہ سالک جو اللہ کا راستہ طے کرتا ہے اور اس میں بھی کوئی کمی ہو تو وہ بھی رک جاتا ہے' اس کی منزلوں میں بھی کوئی ترقی نہیں ہوتی۔ اس کے دل کے نور کی ٹینکی کو آنکھ' کان' ناک کے گناہ خالی کر دیتے ہیں جس سے سالک کی ترقی رک جاتی ہے۔ اس لیے گناہ کی ہر عادت سے سچی توبہ ضروری ہے۔

یاد رکھیے! جس طرح نیکی اور ثواب کا کام مطلوب ہے' اسی طرح اس کے ثواب کا بقا بھی مطلوب ہے۔ صرف نیکی کر لینا کافی نہیں ہے' اس کو بچا لینا' مرتے دم تک اس کو ساتھ رکھنا یہ بھی مطلوب ہے۔ زبان کی حفاظت نہ کرنے سے' غیبت کے شوق سے یا اذیتِ مخلوق کے سبب سے اس عورت کا کیا حال ہوا جو نماز' روزہ کی کثرت کے باوجود بھی جہنم کے لائق ہوئی۔ وہ عورت نماز بھی پڑھتی تھی۔ روزے بھی رکھا کرتی تھی' لیکن اس کے ساتھ ساتھ غیبت بھی کرتی تھی' مخلوق کو ایذا بھی پہنچاتی تھی تو اس کا نماز' روزہ کام نہ آیا۔

حدیث میں وارد ہے کہ پس ثواب کو ضائع کرنے والے اسباب سے بچنا بھی ضروری ہے۔ یعنی گناہوں سے حفاظت کا اہتمام بالخصوص حقوق العباد کا اہتمام۔ عموماً جو لوگ عبادات کا اہتمام کرتے ہیں ان کے ہاں اللہ کے حق کم ضائع ہوتے ہیں' لیکن انہیں مخلوق کے حقوق ضائع ہونے کی پروا نہیں ہوتی' وہ اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ مخلوق سے ان کے اخلاق کیسے ہیں؟ ان کے ساتھ ان کی معاشرت کیسی ہے؟

آدمی کو چاہیے کہ نصیحت بار بار کرتا رہے۔ کبھی کبھی بہت دن کے بعد اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ مولوی شبیر علیؒ نے اپنے کسی عزیز سے سگریٹ کی عادت چھڑانا چاہی تو اس کو سگریٹ چھوڑنے پر نصیحت کرتے رہے۔ سو مرتبہ ان کی نصیحت نے موصوف پر کچھ اثر نہ کیا۔ جب یہ تعداد 101 مرتبہ ہوئی تو انہوں نے کچھ دنوں کے لیے سگریٹ چھوڑ دی۔

تجربے سے معلوم ہوا کہ ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ کہتے رہنا چاہیے' پیار سے' محبت سے' موقع کو دیکھتے ہوئے یاد دہانی کرواتے رہنا چاہیے۔ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ پھر آہستہ آہستہ سے آدمی' ساتھی اور دوست مانوس ہو جاتے ہیں۔ پھر آپ جو اُن کو کہیں گے وہ مان لیں گے۔

میرے عزیزو! کوئی شخص کلیکٹر کو ناراض کر کے تحصیلدار کو راضی نہیں کرتا یعنی اوپر والے مرتبے کے شخص کو ناراض کر کے اس سے نیچے کا مرتبہ رکھنے والے کو کوئی راضی نہیں کرتا لیکن ہم لوگوں کا کیا حال ہے کہ مخلوق کو راضی کرنے کے لیے حق تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں حالاں کہ بڑوں کو ناراض کر کے چھوٹوں کو راضی کرنا سب کے نزدیک کم عقلی ہے۔ بھئی مشیر کو راضی کرے اور صدر کو ناراض کر دے' تو سب کہیں گے کہ یہ بندہ پاگل ہے۔ صدر تو مشیر کی بھی چھٹی کر دے گا۔ یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے کہ مخلوق کی خاطر انسان اللہ کو ناراض کرے۔

سانپ آدمی کے جس عضو کو بھی کاٹے' آدمی مر جاتا ہے کیوں کہ اس عضو سے تمام بدن میں زہر پھیل جاتا ہے۔ اسی طرح گناہ کا زہر بھی ہے کہ جس عضو سے بھی معصیت کی جائے گی اس کا زہر تمام جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر اس کا اثر تمام بدن پر دکھائی دیتا ہے۔

دعا قبول نہ ہونے کا سبب حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکیوں کو پھیلانا اور برائیوں سے روکنا امت میں جاری نہ رہا تو عذاب عام ہو گا اور دعا بھی قبول نہ ہو گی۔

قربانی ہی قربانی

محمد مشتاق بن محمد سکندر

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری انبیا کی جماعت اپنے اپنے مرتبوں کے اعتبار سے امتحان اور آزمائش میں ڈالی جاتی ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر دینے کا حکم دیا تو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا تو وہ فوراً بول پڑے: "اے میرے ابّا جان! آپ کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اسے کر گزریے۔ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔"

پیارے ابا جان نے جب اپنے نیک سیرت بیٹے کا یہ جذبہ دیکھا تو انھیں آپ بیابان کی طرف لے گئے۔ جنگل میں پہنچ کر معصوم بچے کو راہِ خدا میں قربان کرنے کے لیے پیشانی کے بَل لٹایا اور چھری تیز کی۔ بیٹا اتنا نیک دل تھا کہ ہِلنے جُلنے کا نام نہیں لیتا تھا اور ذرا سی بھی چوں چراں نہ کی۔ اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے اپنے آپ کو قربانی کے طور پر پیش کر دیا تا کہ مجھے اپنے رب کی خوش نودی مل جائے' چناں چہ چھری تیز کی اور گردن مبارک پر چلانے لگے' مگر چھری گلا کاٹنے میں اللہ کے حکم کی منتظر تھی۔ آخر کار حضرت جبرائیل علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام لے کر تشریف لے آئے اور کہا کہ "ہم نے آپ کی قربانی کو شرفِ قبولیت سے نواز دیا ہے۔" حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے اپنے ساتھ مینڈھا لے آئے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے لختِ جگر کو ہٹا دیا اور ان کی جگہ پر مینڈھے کو لٹا دیا۔ سارے معاملات کے بعد چھری پر بھی حکمِ خداوندی متوجہ ہونے لگا کہ اب گلا کاٹ۔ گلا کٹا تو مینڈھا ہی کٹا تھا۔ اسی دن سے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا خطاب خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبیح اللہ مقرر ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا اور قربانی' اللہ تعالیٰ کے حضور اتنی مقبولیت کا درجہ حاصل کر گئی کہ رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کو یہ حکم دے دیا گیا کہ "صاحبِ استطاعت احباب ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے تیرہویں تاریخ تک قربانی کیا کریں اور ان ایّام کو عید یعنی خوشی کے دن قرار دیے گئے اور حقیقت میں تمام عالمِ اسلام ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو اللہ کے حضور قربانی پیش کیا کرتیں ہیں۔"

اس سے قبل دو امتحان اور ہو چکے تھے۔ انھیں آگ میں ڈالا گیا مگر آگ اپنا کام پورا کرنے میں اللہ کے حکم کی محتاج تھی' چناں چہ اللہ کا حکم آگ میں آپڑا کہ "اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔" اس بڑی آزمائش میں بھی وہ پورے اترے اور صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ پھر انھیں حکم ملا کہ اپنی زوجہ محترمہ اور پیارے بیٹے کو فاران کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آؤ۔ اس امتحان کو بھی بحکمِ خداوندی پورا کیا۔ پھر چشمِ فلک نے یہ حیران کن نظارہ بھی دیکھا کہ ایک بچہ پیاس کی شدت میں بے قرار ہے اور ماں صفا و مروہ پہاڑی پر چکر کاٹتی ہے۔ بچہ ایڑیاں رگڑتا ہے اور اس مقام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا پر لگتا ہے اور چشمہ ابل پڑتا ہے۔ بچہ سیراب ہو جاتا ہے' چشمہ زمزم کا لقب اختیار کر جاتا ہے' اللہ کے حضور یہ عمل بھی مقبولیت اختیار کر گیا کہ قیامت تک آنے والا ہر مسلمان بوڑھا ہو یا جوان' مرد ہو یا عورت' ہر ایک شرعاً سعی کرنے کا پابند ہے اس کے بغیر حج کامل نہیں ہوتا۔

اس سے کچھ باتیں معلوم ہوئیں:

☆حکمِ خداوندی کی پاسداری میں انسان ہمہ تن کوشاں رہے اگرچہ حکمِ ربّانی عقل کے خلاف ہی کیوں نہ معلوم ہو رہا ہو۔

☆جو انسان حکمِ خداوندی کو پورا کرتا ہے تو اسے بڑی بڑی نعمتوں سے بھی نوازا جاتا ہے۔

☆جو انسان راہِ خداوندی میں مر مٹنا جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا نام روشن کر دیتے ہیں کہ رہتی دنیا تک باقی رہتا ہے۔

تکبیراتِ تشریق

تکبیراتِ تشریق کی وجہ تسمیہ

لوگ قربانی کے ایام میں گوشت کو چربی سے صاف کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے تھے پھر انھیں ٹکڑوں کو دھوپ میں سکھا دیتے تھے' تا کہ گوشت خراب اور سڑنے سے محفوظ ہو کر کھانے کے قابل رہے۔ تو جو گوشت دھوپ میں سکھاتے تھے اسے "تشریق اللحم" کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے ان ایام کو' ایامِ تشریق" کہتے ہیں اور ان ایام میں پڑھی جانے والی تکبیرات کو "تکبیراتِ تشریق" کہتے ہیں۔ (شامی 177/2) (البحر الرائق 164/2)

تکبیراتِ تشریق کا آغاز

تکبیراتِ تشریق تین بستودہ صفات ہستیوں کے کلام کا مجموعہ ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لختِ جگر کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح کر رہے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے ان کا فدیہ لے کر پہنچے تو انھیں اس بات کا خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام ذبح کرنے میں جلدی نہ کر دیں تو اس وقت آپ نے یہ کلمات' اللہ اکبر' اللہ اکبر' کہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے یہ کلمات' لا الٰہ الّا اللہ واللہ اکبر' کہے اور جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فدیہ آنے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے یہ کلمات' اللہ اکبر وللہِ الحمد' کہے۔

(البحر الرائق 1652/' البنایہ 387/3)

تکبیرِ تشریق کے الفاظ: تکبیرِ تشریق کے الفاظ یہ ہیں: اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ (ہندیہ 152/1)

تکبیرِ تشریق کے اوقات

1) نویں ذوالحجہ کی فجر سے لے کر تیرھویں تاریخ کی عصر تک' ہر نماز کے فوراً بعد تکبیرِ تشریق پڑھنا واجب ہے۔ (ایضاً)

2) جس طرح تکبیرِ تشریق پڑھنا مردوں پر واجب ہے اسی طرح عورتوں پر بھی پڑھنا واجب ہے' البتہ مرد حضرات درمیانی آواز میں پڑھیں اور عورتیں آہستہ آواز میں۔ (شامی 2 180/)

3) تکبیرِ تشریق پڑھنا مقیم' مسافر' شہری' دیہاتی' باجماعت اور تنہا نماز پڑھنے والے سب پر واجب ہے۔ (ہندیہ 1 152/' بحر الرائق 152/2)

4) نمازِ عید کے بعد بھی تکبیرِ تشریق پڑھنا واجب ہے۔ (ہندیہ 152/1)

5) تکبیرِ تشریق کہنے کا وقت نماز کے فوراً بعد ہے' مگر کسی شخص نے نماز کے فوراً بعد تکبیر نہیں کہی' مگر نماز کے منافی عمل بھی نہیں کیا مثلاً گفتگو بھی نہیں کی یا جان بوجھ کر وضو بھی نہیں توڑا وغیرہ تو یاد آنے پر تکبیر کہنا لازم ہے اور اگر نماز کے منافی عمل ہو تو تکبیر کہنا ساقط ہو گئی' البتہ اس شخص پر توبہ و استغفار کرنا لازم ہے۔ (بدائع الضائع 192/1' البحر الرائق 152/2)

6) ایک ہی دفعہ تکبیر کہنا لازم ہے اس سے زیادہ واجب نہیں البتہ بعض لوگ تین دفعہ پڑھنے کو لازم سمجھتے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ (ہندیہ 1 152/' شامی 2 177/2)

7) تکبیر متوسط آواز میں پڑھنا واجب ہے۔ (شامی 1802/)

8) بہت سے لوگ بہت ہی زیادہ بلند آواز میں یا بالکل آہستہ آواز میں تکبیر کی ادائیگی کر کے غفلت کا شکار ہوتے ہیں' یہ نامناسب طریقہ ہے' اس کی اشد اصلاح کی ضرورت ہے۔ اگر کسی شخص کی ایامِ تشریق میں نمازیں چھوٹ گئیں اور وہ انھیں ایام میں ادا کر رہا ہو تو اس شخص کے لیے اس نماز کی ادائیگی کے بعد تکبیر کہنا لازم ہے۔ (ہندیۃ 152/1)

9) اگر ایامِ تشریق سے قبل کی قضا نمازیں انھیں ایام میں ادا کر رہا ہو یا ان ایامِ تشریق کی قضا نمازیں ایامِ تشریق کے گذرنے کے بعد پڑھتا ہو تو پھر بھی تکبیرِ تشریق واجب نہیں۔ (البحر الرائق 2)

10) اگر امام صاحب تکبیر کہنا بھول جائیں تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں' امام صاحب کا انتظار نہ کریں۔ (شامی 2)

11) مسبوق (یعنی جس کی ایک دو رکعتیں چھوٹ گئیں ہوں) پر بھی اپنی نماز پوری

رقصِ نزع

”ہمارے اکلوتے شہزادے کی شادی ہے‘ ہم تو ایسی شادی کریں گے کہ دنیا دیکھے گی۔ایک ماہ پہلے سے جشن ہوگا اور ایسا جشن کسی نے کبھی دیکھا نہ ہوگا اور نہ یہ شادی کبھی کسی کو بھولے گی۔“

عابد وسیم صاحب کے لہجے میں غرور و تکبر بول رہا تھا۔ان کی بیگم ان کی تائید میں گردن اکڑائے ‘تفخرانہ مسکان چہرے پہ سجائے ایک ادا سے سر ہلا دیتی تھیں۔ان کا اکلوتا سُپوت ’فاران عابد‘ یہ سب سن کر خود کو خوش قسمت تصور کرتا تھا اور سننے والے تو ان کے سامنے مرعوب ہوتے ‘لیکن منظر بدلتے ہی کوئی حسد کا اظہار کرتا تو کوئی استغفار کرتا۔

حاسدین ہمیشہ دو طرح ہی ردِّعمل ظاہر کرتے ہیں یا تو کھلم کھلا اظہارِ ناپسندیدگی اور پیٹھ پیچھے کوئی سازش یا پھر کھلم کھلا اظہارِ افسوس ‘جس میں بَرملا توبہ واستغفار کر کر کے خود کو بہت دین دار ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔یہ اور بات ہے کہ ان کو موقع ملے تو وہ شان و شوکت کے اظہار میں ان لوگوں سے دس قدم آگے ہی نکل جاتے ہیں اور اس کے لیے بڑی خوبصورت دلیل بھی ڈھونڈ لاتے ہیں۔

سو اپنے قول کے مطابق عابد وسیم صاحب نے بارات کے دن سے ایک ماہ قبل ہی جشن کا آغاز کر دیا تھا۔ہر شام خاندان اور محلے کی تمام لڑکیاں ان کے وسیع و عریض لاؤنج میں جمع ہو جاتیں اور کان پھاڑ دینے کی حد تک اونچی آواز میں گانے لگائے جاتے۔لڑکیاں رقص کی پریکٹس کرتیں ‘کبھی اَنتاق شِری کی مشق کی جاتی ‘جو لڑکی والوں کے ساتھ بطورِ مقابلہ کھیلا جانا تھا۔خاندان کے فارغ اور شوخ لڑکے بھی اس میں شامل ہو جاتے۔رات گئے تک جشن جاری رہتا اور صبح کاذب کے وقت سب تھک ہار کر اِدھر اُدھر لُڑھک جاتے۔

”ان کو ماڈرن اور مال دار بننے کا اتنا ہی شوق چڑھا تھا تو اپنا بنگلہ کسی اونچے علاقے میں جا کر بناتے۔ہم سفید پوشوں کے چھوٹے چھوٹے گھروں کے بیچ اتنا عالیشان بنگلہ بنانا اور اس مڈِل کلاس محلے میں اَپر کلاس کے اطوار اپنا کر ہمیں بھی پریشان کرنا بھلا کہاں کی دانش مندی ہے۔“

ساجدہ بی بی صبح سویرے جلال میں آچکی تھیں اور اب انھیں خاموش کرانا کم سے کم عرفان صاحب کے اختیار سے باہر تھا۔وہ اپنی جگہ حق بجانب تھیں‘ کیوں کہ عابد وسیم صاحب کے جشن کے کارَن ان سب کا چین و سکون برباد ہو کے رہ گیا تھا۔نہ وہ لوگ رات کو سو سکتے تھے ‘نہ رات جاگ کے گزارنے کی ہمت تھی۔ایسے میں صبح اسکول کالج جاب کے لیے گھر والوں کا جاگنا محال ہو جاتا ‘کیوں کہ ان کا ہنگامہ تھمتے ہی فجر ہو جاتی تھی اور فجر کے وقت ان مصیبت کے ماروں کی آنکھ لگنے کا مطلب تھا ‘اپنے اپنے کام سے دیر ہو جانا اور سارا دن اعصاب پر تھکن سوار رہنا۔

”بیگم تم سمجھتی نہیں ہو؟ کسی پوش علاقے میں بنگلہ بناتے تو وہاں سبھی ان جیسے یا ان سے بھی بڑھ کر مال دار ہوتے‘ وہاں انھیں کون پوچھتا۔پوش علاقوں کے رہائشی لوگوں کی اپنی ہی زندگی ہوتی ہے جو کہ اس علاقے میں بنگلہ بنانے سے ان کو حاصل ہوئی ہے۔اس کا مزہ ہی کچھ اور ہے ‘کیوں کہ یہاں سب جھک جھک کر ملتے ہیں اور ان کو ’سیٹھ صاحب سیٹھ صاحب ‘کہتے نہیں تھکتے۔“

عرفان صاحب کی بات بھی سو فیصد درست تھی ‘لیکن نیند کی کمی اور مسلسل روز کے شور شرابے سے ساجدہ بی بی کا غصہ ناک تک بھر گیا تھا اور آج کل سارا دن بڑبڑاتی ہی رہتی تھی۔وہ اپنے تئیں انھیں سمجھا کر ناشتہ مکمل کر کے اُٹھ گئے۔اب وہ بچوں کے کمرے میں کھڑی ان کو جگانے کے ساتھ ساتھ باقی ماندہ غبار وہاں نکال رہی تھیں۔

”آج یہ دوسرا دن ہے ‘جب تم سے فجر رہ گئی عبد اللہ...“ماں نے دھیمی آواز میں تنبیہ کرتے ہوئے ناشتے کی ٹرے اس کے آگے رکھی۔

”امام صاحب سے بھی سخت ڈانٹ پڑی تھی ماں ! دو دن سے اِدھر اُدھر کے لوگ اذان دے رہے ہیں۔میں نے انھیں بتایا تھا کہ ہمارے محلے میں یہ گھرانہ رات بھر سونے نہیں دیتا۔میں بھلا کیسے جاگوں؟ میرے تو سر میں مستقل درد رہنے لگا ہے ‘لیکن امام صاحب کہہ رہے تھے کہ جب تک شادی کا ہنگامہ نہیں تھمتا تم مسجد میں سو جایا کرو۔“اس نے کہا۔

ماں کی آنکھوں کا دکھ اب پورے چہرے پر بکھر گیا۔ٹھنڈی آہ بھر کر وہ بولیں۔

”خدا ان لوگوں کو عقل دے ‘نیکی کی ہدایت دے۔بیٹا! کتنوں کو پریشان کر رکھا ہے۔محلے کی ہر عورت یہی رونا روتی ہے۔کتنے لوگوں کی بد دعائیں سمیٹ رہے ہیں یہ لوگ۔“

”خدا غرق کرے ‘برباد کرے ان منحوسوں کو۔ساری ساری رات چین ‘سکون حرام کیا ہوتا ہے۔انوکھی شادی ہو رہی ہے۔انھیں لگتا ہے کہ دوسروں کا جینا حرام کر کے یہ سکھی رہیں گے ‘اگر یہ لوگ یہ سوچ رہے ہیں تو یہ ان کی بھول ہے۔اللہ انھیں تباہ و برباد کرے۔“رقیہ بی بی جھولی اٹھا اٹھا کر انھیں بد دعائیں دے رہی تھیں ‘جب مظفر صاحب نے انھیں ٹوکا۔

”کچھ بھی ہو جائے ہر صورت انسان کو دوسرے کے حق میں یہی دعا کرنی چاہیے کہ اللہ اسے نیکی کی ہدایت دے۔یوں منہ بھر بھر کے بد دعا نہیں دینی چاہیے ‘کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے کہ کون صحیح ہے اور کون غلط۔“رقیہ بی بی کی تو گویا تلووں سے لگی سر پہ بجھی۔فوراً بولیں۔

”ارے آپ کوئی وقت تو وعظ و نصیحت کے بغیر بھی جانے دیا کریں۔سونیا ساری رات بخار میں تپتی رہی اسے آرام کی ضرورت تھی ‘میں ساری رات اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہی ‘آپ تو نجانے کانوں میں روئیاں ٹھونس لیتے ہیں یا نشے کی دوا پھانک لیتے ہیں ‘لیکن میں اور میری بچی تو لمحہ بھر کے لیے بھی آنکھ نہیں لگا سکے۔میں تو دوں گی بد دعا۔میری تو آہ لگے گی ان کو...“ وہ پھر سے شروع ہو گئی۔

مظفر صاحب نے بے چارگی سے ان کی آنکھوں کے گرد گہرے ہوتے حلقوں اور بے آرامی سے مرجھائے چہرے کو دیکھا پھر اخبار اٹھا لیا۔وہ بھی غلط نہیں تھیں۔پندرہ دن سے مسلسل یہ ذہنی اذیت وہی برداشت کر رہی تھیں۔بولتی رہتی تو شاید غبار کم ہو جاتا ‘پھر بول بول کر خود ہی خاموش ہو جاتیں۔کسی کا کیا جاتا ‘سو انھوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

پندرہ دن ڈھولکی ‘رقص اور گانوں کی مشق کے بعد اب مہندی کا دور شروع ہو چکا تھا۔پندرہ دن کے پندرہ دن بُک تھے۔پھپھو ‘خالہ ‘چچی ‘تائی ‘دوست سبھی نے باری باری مہندیاں لانی تھیں۔شادی شدہ کزنز الگ سے مہندیاں لا رہیں تھیں ‘کیوں کہ فاران کی اپنی کوئی بہن نہ تھی۔لڑکی والوں کے ہاں بھی ایسے ہی سلسلے چل رہے تھے۔فاران خود اس مزاج کا نہیں تھا ‘لیکن وہ باپ کی خوشی میں خوش تھا۔یہ عابد وسیم صاحب ہی تھے جو بیوی اور بیٹے سے زیادہ ارمان نکالنے کے شوق میں ادھ موئے ہو رہے تھے۔مسلسل پندرہ دن اور راتوں کو مہندیاں ہوتیں پھر سارا دن پڑے سوئے رہتے۔ذاتی کاروبار تھا‘ صبح صبح کام پہ جانے کی فکر بھی نہ تھی۔سو جب خود کو کوئی فکر نہ تھی تو وہ بھلا دوسروں کی فکرات کی پرواہ کیوں کر کرتے۔

بالآخر وہ دن آن پہنچا جب انھوں نے لڑکی والوں کے ہاں مہندی لے کر جانی تھی۔اس مہندی کی شان ہی الگ تھی۔وہ رات عابد صاحب کے محلے والوں نے سکون سے گزاری ‘لیکن اگلی رات پھر سے مہندی کا شور شرابا ہونا تھا ‘جب لڑکی والے مہندی لاتے۔

لڑکی والے جب مہندی لائے تو ایک ماہ کے شور شرابے سے دگنا شور و غُل مچا۔

عابد وسیم صاحب وسیع و عریض لان میں سجائے گئے پنڈال میں خود اتر آئے اور ایسا ناچے کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ان کے بھائیوں نے بھی بُھرپور ساتھ دیا‘ پھر وہ بھی تھک گئے ‘پھر خاندان کے لڑکے میدان میں اترے ‘پھر خواتین۔الغرض سبھی تھک کے بیٹھ گئے ‘لیکن عابد صاحب نہیں تھکے۔ان کی دیوانگی میں اضافہ ہوتا ہی جا رہا تھا۔لوگ اب صرف ان کے گرد کھڑے ہو کر تالیاں بجانے پر اکتفا کر رہے تھے اور ان کے رقص کی مہارت کی داد دے رہے تھے۔انھیں ناچتے ہوئے ایک گھنٹے سے زائد ہونے لگا تھا اور اب ان کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہو گئے تھے ‘رقص میں دیوانگی بڑھ گئی ‘تاثرات میں ہیجان نمایاں ہو گیا ‘آنکھیں باہر کو ابل آئیں اور چہرہ سرخ ہو گیا۔ناچتے ناچتے ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا تو لوگوں نے آواز لگائی۔

عابد بھائی ! بس کرو... طبیعت خراب ہو جائے گی۔“

اسی پل عابد صاحب کے حلق سے فلک شگاف چیخ بلند ہوئی اور تمام عالم نے ان کے الفاظ بخوبی سنے : ”یا اللہ ! مجھے معاف کر دینا۔“اور وہ تڑپ کر گرے اور ساکت ہو گئے۔لاؤڈ سپیکر پر چلتے گانے بند ہو گئے۔عورتوں کے بیچ آہ و بکا شروع ہو گئی۔زمین پر پڑا وجود زندگی کی رمق سے عاری ہو چکا تھا۔رقص جنوں ‘رقص نزع میں تبدیل ہو گیا تھا ‘لیکن کسی کو خبر نہ ہو سکی۔مقامِ عبرت تھا کہ ملک الموت نے ان کی روح دورانِ رقص ہی قبض کی اور کوئی جان نہ سکا۔

منصور بن مُعتمِر

حذیفہ رفیق

منصور بن معتمرؒ محدِّثین کی جماعت میں کوفہ کے ایک مشہور محدِّث ہیں۔حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کی نظر سے یہ نام کثرت سے گزرتا ہے' چناں چہ علمانے لکھا ہے کہ ان کی ذکر کردہ احادیث چھ کی چھ کتابوں (حدیث کی جو مشہور چھ کتابیں ہیں' جن کو صِحاحِ سِتّہ کہا جاتا ہے) میں موجود ہیں۔کیا عظیم سعادت ہے ان ہستیوں کی جن کے نام ان سلسلوں میں دُہرائے جاتے ہیں' جن کی انتہا سرورِ کونین حضورِاقدس ﷺ پر جا کر ہوتی ہے اور حدیث پڑھنے والے جہاں آپ ﷺ پر دُرود پڑھتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے ثنائیہ کلمات ادا کرتے ہیں' وہاں ان حضراتِ محدِّثین کو بھی دُعائیں پیہم پہنچتی ہیں۔

حدیث پڑھنا پڑھانا' سننا سنانا' یقیناً دنیا و آخرت کی بیش قیمت اور غیر معمولی نعمت ہے۔یہی تو وجہ تھی کہ خلافتِ عبّاسیہ جن کا دورِ حکومت 132ھ سے شروع ہوتا ہے اور جن کی خلافت و سلطنت 32لاکھ مربّع میل تک پھیلی ہوئی تھی ۔اس خلافتِ عبّاسیہ کے دوسرے خلیفہ ابو جعفر سے درباریوں نے پوچھا: ''عالی جاہ! کیا دنیا میں کوئی ایسی لذّت ہے جو آپ کو نہ ملی ہو یا کوئی ایسی خواہش ہے جس کی حسرت دل میں باقی رہ گئی ہو؟''

ابو جعفر نے ٹھنڈی آہ بھری اور پھر بولے: ''ہاں ایک چاہت ابھی باقی ہے جو لاکھوں مربع میل کی سلطنت حاصل کرنے کے بعد بھی پوری نہ ہو سکی۔''

حاضرین نے بے تاب ہو کر پوچھا: ''بادشاہ سلامت! وہ کیا چیز ہے جس کی آپ نے تمنّا کی ہے اور وہ پوری نہ ہو سکی؟''

ابو جعفر نے بتایا: ''میری یہ تمنّا ہے کہ میں مسندِ حدیث پر بیٹھوں اور میرے اِردگِرد طلبائے حدیث ہوں' پھر ان میں سے ایک طالبِ علم کھڑا ہو کر کہے ''مَنۡ ذَكَرۡتَ رَحِمَكَ اللهُ؟'' حضرت اللہ آپ پر رحم فرمائے' کیا سند ذکر فرمائی آپ نے؟ (یعنی مشایخ سند کا نام ذکر فرما دیجیے۔)

بس پھر کیا تھا خلیفہ کی خوشنودی کے واسطے اگلے روز سارے درباری' خلیفہ کے ہمنشین' وُزرا اور رؤسا کی اولادیں قلم' دوات اور دفتر تھامے' عمدہ لباس اور پوشاک زیب تن کیے دربار میں حاضر ہو گئے۔ خلیفہ جلوہ افروز ہوا تو یہ منظر دیکھ کر تعجب میں پڑ گیا۔ حیرت سے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟''

عرض کیا گیا: ''عالی جاہ! یہ آپ کی نامکمل خواہش کی تکمیل کرنا چاہ رہے ہیں۔'' خلیفہ یہ سُن کر ہنس دیا۔

ابو جعفر میں جہاں دوسری اچھی صفات تھیں وہاں مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ جوانی سے حدیث کا طالبِ علم تھا (جیسا کہ اس زمانے کا عام رواج تھا) چناں چہ احادیث بمع اسانید کا اچھا ذخیرہ اسے حفظ تھا۔ اگر وہ چاہتا تو اس مجلس میں احادیث بیان کر کے اپنی اس چاہت کو بھی پورا کر لیتا' لیکن اس نے اس موقع پر ایک تاریخی جملہ کہا وہ یہ ہے کہ

لستُم بهم ـ انما هم الدَّنِسةُ ثيابُهم، المُشقَّقَةُ أرجُلُهم، الطويلةُ شعورُهم، بُردُ الآفاق، وَنَقَلةُ الحديث

''ارے کہاں تم اور کہاں طلبائے حدیث؟ تمہیں حدیث کے دیوانوں سے کیا نِسبت؟ یہ تو وہ لوگ ہوتے ہیں جنھیں اپنے کپڑوں کا ہوش نہ ہو اور اس وجہ سے ان کے کپڑے میلے کچیلے ہو چکے ہوں' چل چل کر ان کے پاؤں میں آبلے (چھالے) پڑ چکے ہوں' بے خیالی کے عالم میں ان کے سر کے بال حد سے زیادہ بڑھ چکے ہوں اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دشت و صحرا' جنگلوں اور بیابانوں کی خاک چھانی ہو اور اپنے نبی ﷺ کی حدیث کو سینے سے لگائے مشرق و مغرب کا سفر کیا ہو۔''

حضرت منصورؒ بڑے عابد شخص تھے ۔چالیس سال تک رات کا قیام (یعنی تہجد کی نماز) نہیں چھوٹی اور اکثر زندگی روزوں میں گزاری۔پوی پوری رات کھڑے اللہ کے آگے مناجات میں مصروف رہتے تھے۔ نماز و دعا میں بہت روتے تھے۔ بلک بلک کر اپنے گناہوں پر اِستغفار کرتے' بعض اوقات والدہ یہ منظر دیکھ کر پریشان ہو جاتی تھیں۔ وہ ان سے کہتیں: ''يَا بُنَيَّ اَقتَلتَ قَتِيلًا؟''

''بیٹا! خدانخواستہ کیا تجھ سے کوئی قتل ہو گیا ہے؟ (کہ تُو اِتنا زیادہ رو رہا ہے)''

وہ فرماتے: ''اَنَا اَعلَمُ بِمَا صَنَعَتْ نَفسِی!''

''اماں جان! مجھے پتا ہے کہ میرے نفس نے کیا کیا گُل کھلائے ہیں!''

رات کو گھر کی چھت پر جا کر لمبے لمبے نوافل اور تہجد پڑھنے کا آپ کا ایسا معمول تھا' جس میں کبھی ناغہ نہیں ہوتا تھا۔ منصورؒ کے پڑوس میں دو بچیاں رہتی تھیں' عموماً رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد وہ چھت پر چلی جایا کرتی تھیں (گرمی کی راتوں میں سونے وغیرہ کے لیے) ایک رات ایک بچی نے اپنی ماں سے کہا: ''اماں جان! کیا بات ہے' سامنے والے پڑوس کی چھت پر درخت کا ایک تنا تھا' وہ چند راتوں سے نظر نہیں آرہا؟''

ماں نے کہا: ''بیٹی! میں تجھے کیا بتاؤں' وہ منصور بن معتمرؒ تھے' جو ہر رات کو کھڑے اتنی لمبی تہجد پڑھتے تھے کہ دیکھنے والے کو یہ گمان ہوتا تھا کہ کسی نے کوئی لکڑی گاڑھ رکھی ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ ہم عبادت کی اصل روح اور اس کی لذّت سے دور ہو کر مادیت کے سیلاب میں بُری طرح ڈوب چکے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی نمازوں کا کچھ حصہ نصیب فرمائے ۔ یہی وہ نمازیں تھیں' یہی وہ دعائیں تھیں' یہی وہ رونا اور گریہ تھا اور رب کے حضور یہی وہ سجدے تھے جو لمحوں میں مسلمانوں کی کایا پلٹ دیتے تھے اور آسمان سے نُصرتِ خداوندی اُتروالیا کرتے تھے۔

سفیان ثوریؒ (جو کہ خود کوفہ کے باشندے تھے) ایک دفعہ کوفہ کے تہجد گزار لوگوں کا تذکرہ کر رہے تھے کہ لوگوں میں مشہور تھا کہ کوفہ میں سب سے لمبی تہجد پڑھنے والے یہ لوگ ہیں: طلحہ' زُبیر' عبد الجبار۔

حُمیدیؒ فرماتے ہیں: ''میں اس مجلس میں حاضر تھا۔''

میں نے حضرت سفیانؒ سے پوچھا: ''حضرت! پھر منصورؒ کہاں گئے؟''

فرمانے لگے: ''ارے بھائی! منصور کا کیا پوچھتے ہو' رات تو اس کی سواری تھی' رات کے کسی حصے میں بھی تم اُٹھ کر دیکھتے تو منصور کو سوار پاتے۔'' (یعنی پوری پوری رات وہ نماز میں مشغول رہتے تھے۔)

سفیان ثوریؒ ہی ایک دفعہ فرمانے لگے: ''اگر تم منصور کو دیکھتے تو یوں کہتے کہ یہ آدمی شدتِ ضُعف کی وجہ سے ابھی مر جائے گا۔''

دیکھنے والا یوں محسوس کرتا کہ جیسے کوئی بڑی مصیبت میں مبتلا ہے یہ شخص دُکھوں کا مارا ہوا اور زمانے کا ستایا ہوا ہے ۔رات کا اکثر حصہ رونے اور گریہ وزاری میں گزرتا تھا۔ رو رو کر آنکھوں کی بینائی بھی کمزور پڑ چکی تھی اور یہ سب اللہ کے خوف کا اثر تھا۔

کسی نے ان کی والدہ سے ان کے رات کے اعمال کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگیں: ''منصورؒ کی رات کے تین حصے ہوتے تھے؛ رات کا ایک حصہ نماز میں تلاوت کرتے اور ایک تِہائی حصہ آہ وزاری کرتے اور اللہ کے حضور رونے میں گزرتا اور ایک حصہ دُعا و اذکار کے لیے تھا۔ فجر پڑھ کر اگر دوست احباب نشست لگا کر باتیں وغیرہ کرتے تو آپ بھی پوری بشاشت کے ساتھ ان کے ہم نشین رہتے اور گفتگو میں بھرپور حصہ لیتے۔'' حالاں کہ منصورؒ پوری رات کے جاگے ہوئے ہوتے تھے۔ لیکن کسی کو شک بھی نہیں ہونے پاتا تھا کہ منصورؒ نے رات کہاں گزاری ہے۔ جس کو اللہ کی رضا مطلوب ہو اور جس نے اپنے ہر عمل کو اپنے مولا کی خوشنودی سے وابستہ کر لیا ہو پھر وہ اپنے عمل کو ایسے ہی چھپایا کرتا ہے جیسے کہ خزانہ اور قیمتی زیورات چھپائے جاتے ہیں۔

حضرت منصورؒ کی والدہ بہت سخت مزاج اور سخت گو تھیں۔ چناں چہ بعض دفعہ آپؒ کو تیز لہجے میں شدید ڈانٹا کرتیں لیکن آپؒ کی ٹھوڑی سینے سے چِپکی رہتی تھی' کبھی چہرہ اُٹھا کر بھی ماں کا سامنا نہ کیا کہ یہ بھی بے ادبی ہے۔

ایک مرتبہ آپ کو حکومت کی طرف سے قضا (جج بننے) کا عہدہ پیش کیا گیا۔ آپ اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ گورنر ابنِ ہُبیرہ نے بہت زور لگایا' لیکن آپ نے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا' آخر تنگ آکر اس نے بھی چھوڑ دیا۔

بعد میں ان کی والدہ اُنھیں اس پر بہت کوستی ڈانٹتی تھیں کہ تُو نے قضا کا عُہدہ قبول کیوں نہیں کیا؟ کیوں کہ والدہ کا خیال تھا کہ عُہدہ قبول کرنے سے گھر میں فراوانی آجاتی' لیکن آپؒ کو وہی عذر مانع تھا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں' لیکن اس کے باوجود والدہ کے سامنے اس کی حُجّت بازی نہیں کی۔

اللہ منصور بن معتمرؒ پر رحم فرمائے جو بعد والوں کے لیے عبرت کا سامان چھوڑ گئے۔132ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ کوفہ کے سب سے بڑے اور عظیم محدث مانے جاتے تھے۔

ایک دفعہ فرمانے لگے: ''اگر ہمارا دنیا سے محبت کرنے کے سوا کوئی گناہ نہ ہوتا' تب بھی یہ ایک گناہ ہی اس قابل تھا کہ ہم زمین میں دھنس جاتے۔''

اللہ تعالیٰ منصورؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور ہمیں ان ہستیوں کے لیے دعائیں اور ایصالِ ثواب کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ انہوں نے ہمارے لیے ایسی مثالیں چھوڑیں اور ایسا نمونہ زندگی چھوڑا جس پر ہمیں فخر ہے۔ اللہ ہمیں بھی ان کا اتباع اور ان کے نقشِ قدم پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

ابو بکر احمد بن علی بغدادی اپنے وقت کے محدّث، حافظِ حدیث اور امام تھے۔ آپ کی پیدائش جمادی الاخریٰ 392 ہجری میں ہوئی۔ آپ کے والد بغداد کے قریب ایک گاؤں ”درزیجان“ میں خطیب تھے۔ آپ نے تعلیم کی ابتدا بغداد میں کی۔ علم قرات، علم فقہ وغیرہ علوم حاصل کیے اور بالخصوص علم حدیث میں مہارت حاصل کی۔ مؤتمن ساجی کہتے ہیں کہ بغداد میں دارِقطنی کے بعد خطیب بغدادی جیسا حافظِ حدیث پیدا نہیں ہوا۔ ابو علی بردانی کہتے ہیں کہ مجھے نہیں لگتا کہ خطیب بغدادی نے اپنے جیسا کوئی عالم دیکھا ہو۔ ایک دفعہ فرمایا: وہ اپنے وقت کے حافظ حدیث تھے۔ میں نے ایسی شخصیت نہیں دیکھی اور میرے خیال میں انہوں نے بھی اپنے جیسا آدمی نہیں دیکھا ہوگا۔

علم کی طلب کا یہ حال تھا کہ راستے میں چلتے ہوئے بھی ہاتھ میں کتاب تھامے اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ حدیث کے حصول کی خاطر مختلف علاقوں کا سفر کیا جس میں نیشاپور، بصرہ، کوفہ، اصفہان، ہمدان، ری اور دمشق وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کے شیخ ابوالقاسم الازہری نے بھی آپ سے حدیث سنیں اور اسی طرح آپ کے ایک اور شیخ برقانی نے بھی آپ سے روایات لکھیں اور استفادہ حاصل کیا۔ یہ ان محدثین کا عام معمول تھا کہ علم حاصل کرنے کے لیے اپنے سے چھوٹے کے پاس جانے اور اپنے شاگردوں سے استفادہ حاصل کرنے میں بھی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

ایک دفعہ امیر المؤمنین کے پاس ایک یہودی آیا جس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط تھا اور اس میں خیبر کے یہودیوں سے جزیہ ختم کرنے کا حکم تھا۔ (جب کہ اس زمانے میں یہودیوں سے معاہدہ کے موافق معین مقدار میں غلہ وصول کیا جاتا تھا۔) اور اس خط میں مختلف صحابہ کی گواہیاں شامل تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لکھائی معلوم ہوتی تھی۔ خلیفۂ وقت نے خطیب بغدادی کو دربار میں طلب کیا۔ آپ نے وہ خط دیکھا اور تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ سے کہا کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ کیا دلیل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس خط میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی گواہی موجود ہے جب کہ وہ فتح مکہ کے سال میں اسلام لائے تھے (یعنی 9 ہجری میں) اور خیبر 7 ہجری کو فتح ہوا تھا اور اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بھی گواہی موجود ہے جو بنی قریظہ کے فیصلہ کے بعد (یعنی خیبر سے دو سال پہلے ہی) انتقال کرگئے تھے۔ یہ سن کر خلیفہ کا چہرہ کھل اٹھا اور یہودیوں کی دغابازیاں عیاں ہوگئیں۔

☆...☆...☆

آپ حدیث کی عبارت بھی بہت تیز پڑھتے تھے اور ایک دفعہ آپ نے صحیح بخاری صرف تین دن میں پڑھ لی تھی۔ آپ کے حج کے ساتھی بیان کرتے ہیں کہ سفر کے دوران ایک قرآن روزانہ ترتیل کے ساتھ (آداب کی رعایت رکھتے ہوئے) ختم کرلیتے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنی سواری پر سوار ہوتے تھے اور لوگ جمع ہوجاتے تھے اور حدیث سنانے کی درخواست کرتے تھے تو آپ حدیث بیان کرتے تھے۔ اسی طرح دمشق سے بغداد جاتے ہوئے بھی آپ روزانہ دن اور رات میں ایک قرآن ختم کرلیتے تھے۔

درحقیقت یہی وہ اعمال ہوتے ہیں کہ جن کے ذریعہ انسان کو اللہ کے یہاں مقبولیت حاصل ہوتی ہے، ورنہ بہت سے لوگ ایسے گزرے ہیں کہ جن کے سینوں میں علم کے سمندر محفوظ تھے اور وہ اسے لے کر قبر میں جا پہنچے اور اس سے قابل ذکر فائدہ نہ خود انہیں ہوا اور نہ ہی لوگوں کو اس سے کوئی نفع پہنچ سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”اللہ تعالیٰ اس کتاب (یعنی قرآن) کے ذریعہ کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبے عطا فرماتا ہے اور اس کتاب کی ناقدری کی وجہ سے پست و ذلیل کرتا ہے۔“ (صحیح مسلم) اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے علم نافع مانگا کرتے تھے اور علم غیر نافع سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

☆...☆...☆

آپ کے استغنا اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ مسجد میں اپنے مصلے پر تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان کا ایک شخص داخل ہوا (یعنی اونچے نسب اور بڑی حیثیت والا آدمی تھا۔) اس کے پاس تھیلی میں کچھ دینار تھے۔ اس نے کہا: ”حضرت! یہ آپ کے لیے ہیں، آپ کو کام آئیں گے۔“ خطیب کے ماتھے پر بل آگیا۔ آپ نے غصیلے لہجے میں کہا: ”مجھے اس کی ضرورت نہیں۔“ اس نے کہا: ”لگتا ہے کہ آپ سمجھ رہے ہیں کہ یہ دینار کم ہیں؟“

یہ کہہ کر اس نے تھیلی خطیب کے مصلے پر الٹ دی اور کہا کہ حضرت! یہ 3 سو دینار ہیں۔“ اس بار خطیب کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ آپ نے زور سے اپنا مصلی کھینچا اور دینار مسجد میں پھیل گئے۔ پھر آپ وہاں سے چل دیے۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ عجیب منظر تھا کہ وہ علوی شخص کتنے فخر سے آیا تھا اور بعد میں وہ مسجد کی چٹائی کے چھیدوں سے ایک ایک دینار چن رہا تھا۔

یہ علماء کی سنت رہی ہے کہ ان کا دل ہمیشہ اہل دنیا سے غنی ہی رہتا ہے۔ جس شخص کو یہ استغنا نصیب نہیں ہوا، اسے اپنے اوپر محنت کرنی چاہیے۔

آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے وہاں زم زم پر پہنچ کر تین گھونٹ پیے اور تین دعائیں کیں:

1... اللہ تعالیٰ آپ کو بغداد میں ”تاریخ بغداد“ (یہ ان کی اپنی تصنیف ہے) کا درس دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

2... بغداد کی جامع مسجد ”جامع منصور“ میں اللہ تعالیٰ حدیث کی مسند پر بٹھا کر حدیث سنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

3... آپ کی قبر بشر حافی رحمہ اللہ کے پڑوس میں بنے۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تینوں دعائیں قبول فرمائیں۔ آپ کی آخری دعا قبول ہونے کا عجیب واقعہ ہے: ان کے زمانے میں ایک بزرگ تھے۔ ان کا نام ابو بکر بن زہراء تھا۔ انہوں نے بشر حافی کے برابر میں اپنے لیے قبر کھودی تھی۔ ہفتہ میں ایک دن وہاں جاتے اور وہاں بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور اس قبر میں لیٹ کر مراقبہ کرتے تھے۔ جب خطیب بغدادی کا انتقال ہوا اور ان کی وصیت کے مطابق ان کو دفن کرنے کا ارادہ کیا گیا تو ان کے شاگرد ابن زہراء کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ اس قبر میں خطیب کے دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ اس بزرگ نے انکار کردیا اور کہا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لیے تیار کی ہے اور یہ میں کیسے کسی کو دے دوں؟“ چناں چہ ان کے شاگرد اس وقت کے ایک اور بزرگ ابو سعد کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی کہ آپ سفارش کردیں۔ شاید ابن زہرا مان جائیں۔

انہوں نے ابن زہرا کو بلایا اور ان سے کہا کہ ”میں آپ سے یہ تو نہیں کہتا کہ آپ یہ قبر ان کو دے دیں، مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ اگر اس وقت بشر حافی حیات ہوتے اور آپ ان کی مجلس میں ان کے برابر میں بیٹھے ہوتے اور اس اثنا میں خطیب بغدادی مجلس میں تشریف لاتے اور وہ پیچھے بیٹھنے لگتے تو کیا آپ ان کو پیچھے بیٹھنے دیتے یا یا آگے بلا کر ان کے لیے اپنی جگہ خالی چھوڑ دیتے؟“

انہوں نے کہا کہ ”نہیں! میں اپنی جگہ ان کے لیے چھوڑ دیتا۔“ اس پر ابو سعد نے کہا کہ ”چناں چہ ان کی وفات کے بعد بھی آپ یہی معاملہ ان کے ساتھ کرلیں تو اچھا ہے۔“ اس پر وہ راضی ہوگئے اور اجازت مرحمت فرمادی۔

آپ نے تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ چھوڑا، جن کی تعداد 55 سے متجاوز ہے اور ان میں سے بہت سی کتابیں چھپ بھی چکی ہیں۔ چوں کہ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی، اس لیے آپ نے اپنی موت سے پہلے کتابوں کو وقف کردیا تھا اور اپنے مال کا بیشتر حصہ اپنی زندگی میں ہی محدّثین اور طلبا میں تقسیم فرمادیا تھا۔

آپ نصف رمضان المبارک 463 ہجری میں بیمار ہوئے۔ اس کے بعد آپ کی بیماری بڑھتی ہی چلی گئی۔ یہاں تک کہ 7 ذی الحجہ بروز پیر 463 ہجری کو علم و فضل کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ آپ کے جنازہ میں شہر کے قاضی القضاۃ، شرفا، فقہا، محدّثین اور عوام کے جم غفیر نے شرکت کی اور لوگ یوں کہہ رہے تھے:

”یہ وہ شخص تھا کہ جس نے اپنی پوری زندگی حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں گزار دی۔“ کسی بزرگ نے وفات کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ”میں راحتوں، خوشبوؤں اور مہک میں ہوں اور نعمتوں کے باغ میں ہوں۔“

اسی طرح ایک فقیہ حسن بن احمد فرماتے ہیں: میں نے خطیب کو خواب میں دیکھا۔ وہ سفید پوشاک زیب تن ہیں اور ان کے سر پر سفید عمامہ ہے اور آپ مسکرا رہے ہیں۔ پھر شاید میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ یا انہوں نے خود بتایا کہ اللہ نے میری مغفرت فرمادی اور مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا۔ اور جو بھی اسلام لے کر اللہ کے پاس حاضر ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے اور رحم کا معاملہ فرمائیں گے، پس خوشخبری ہو تم سب کو۔“

☆...☆...☆

خطیب بغدادی نے بعض علما کے بارے میں سخت جملے بھی کہے جس کی وجہ سے مختلف طبقے کے علما نے ان پر رد بھی کیا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس وجہ سے ان کے عظیم کارناموں کو اور گراں قدر تصنیفات کو نظرانداز

سلم

تجارت کا ایک اسلامی طریقہ کار

غلام عباس

سَلَم ایک معروف شرعی اصطلاح ہے جس سے مراد لین دین اور خرید وفروخت کی وہ قسم ہے جس میں ایک شخص یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ مستقبل کی فلاں تاریخ پر خریدار کو ان صفات کی حامل فلاں چیز مہیا کرے گا۔ سَلم کے لغوی معنیٰ ہیں تسلیم یعنی سپرد کرنا' سونپنا۔

شریعت میں سلم سے مراد خرید وفروخت کی وہ صورت ہے کہ جس میں اس چیز کی قیمت کنٹریکٹ کرتے وقت دے دی جاتی ہے اور وہ چیز بعد میں ڈیلیور کی جاتی ہے۔

اس قسم کی تجارت متعدد شرائط کے ساتھ جائز ہے' چونکہ اس ٹرانزیکشن میں قیمت فوراً سپرد کی جاتی ہے اس لیے اس کو سلم کہا جاتا ہے'

اسے بیع سلف یعنی ادھار کی بیع بھی کہتے ہیں کہ مال مبیع (SubjectMatter) اس میں ادھار ہوتا ہے۔

سَلم میں جس چیز کو خریدا جاتا ہے وہ بائع یعنی بیچنے والے کے ذمہ دین (Laiblity) ہے اور مشتری قیمتِ کو فی الحال ادا کرتا ہے۔

خریدار کو رب السّلم اور مسلِم کہتے ہیں۔

بیچنے والے کو مسلم الیہ کہتے ہیں۔

مبیع (SubjectMatter) کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔

ادا کی جانے والی رقم کو راس المال (Principle) کہا جاتا ہے۔

سلم کے صحیح ہونے کی شرائط

اس میں ان تمام پابندیوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے جو شریعت نے عام خرید وفروخت کے لئے مقرر کی ہیں' لیکن بیع سلم میں چونکہ چیز کی ڈیلیوری بعد میں ہوتی ہے تو معاملہ کو غرر (دھوکہ) سے پاک رکھنے کے لئے کچھ خاص شرطیں بھی رکھی گئی ہیں جن کو ملحوظ خاطر رکھنا بیع سلم کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے۔

(1) کنٹریکٹ میں کسی قسم کا کوئی اختیار (Option) نہ ہو' نہ تو بیچنے والے کے لیے اور نہ ہی خریدنے والے کے لیے۔

(2)۔ جو چیز سلم کے طور پر بیچی جا رہی ہے اس کا ذوات الامثال (FungibleGoods) میں سے ہونا ضروری ہے' یعنی وہ ایسی چیز ہو جس کا مثل مارکیٹ میں موجود ہو۔

(3) بیع سلم میں چونکہ چیز کی ڈیلیوری بعد میں ہوتی ہے تو اس مدت کی تعیین ضروری ہے کہ جس میں وہ چیز خریدار کے ہاتھ میں دی جائے گی۔ مدتِ حوالگی پوری طرح واضح ہونی چاہیے اگر اس میں کسی قسم کا ابہام پایا گیا تو بیع سلم درست نہیں ہو گی۔

(4) راس المال (Price) کی مقدار کا بیان یعنی اگر عقد کا تعلق اُس کی مقدار کے ساتھ ہو تو مقدار کا بیان کرنا ضروری ہو گا فقط اشارہ کر کے بتانا کافی نہیں سمجھا جائے گا مثلاً کسی تھیلی میں کچھ روپے پڑے ہیں تو یہ کہنا کافی نہیں کہ ان روپوں کے بدلے میں سَلم کرتا ہوں بلکہ ان کی مقدار کا بتانا ضروری ہو گا اور اگر عقد کا تعلق اُس کی مقدار سے نہ ہو مثلاً راس المال کپڑے کا تھان ہے یا اس طرز کی کوئی چیز ہے تو اس کی گنتی بتانے کی ضرورت نہیں اشارہ کر کے معین کر دینا کافی ہے۔

(5) بیع سلم میں تمام قیمت ایڈوانس میں دینا ضروری ہے اگر پرائس کا کچھ حصہ تو ایڈوانس دے دیا اور کچھ بعد میں دینے کا وعدہ کیا تو یہ کنٹریکٹ شرعاً درست نہیں کہلائے گا۔ اس لیے سلم کنٹریکٹ میں پوری قیمت کنٹریکٹ کرتے وقت ادا کی جائے گی۔

6)) جو چیز بیچی اور جو قیمت میں دی جا رہی ہو' دونوں کا تعلق ان اَموال سے نہ ہو جن میں فوری قبضہ کی شرط ضروری ہے جیسے چاندی کے عوض سونے کی بیع یا گندم کے بدلے گندم کا سودا کیونکہ اس قسم کے تبادلہ میں فرمان نبوی کے مطابق موقع پر قبضہ شرط ہے۔

سلم میں رَہن اور ضمانت طلب کرنا

سلم کے کنٹریکٹ میں بیچی گئی چیز چونکہ فروخت کنندہ کے ذمہ اُدھار ہوتی ہے لہٰذا خریدار حوالگی کو یقینی بنانے کے لئے رہن یا گارنٹی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

سلم میں چیز کی ڈیلیوری سے پہلے اس کو آگے بیچنا

سلم کے ذریعے خریدی گئی چیز جب تک خریدار کے قبضہ میں نہ آجائے' اس کو آگے فروخت نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ دَین (Liability) ہے جس کو بیچنا شرعاً درست نہیں۔

حوالگی میں تاخیر پر جرمانہ

سلم کے کنٹریکٹ میں بیچی گئی چیز چونکہ فروخت کنندہ کے ذمے دَین (اُدھار) ہوتی ہے اس لیے اگر اس کی حوالگی میں کسی قسم کی تاخیر ہو جائے تو اس تاخیر پر جرمانہ عائد کرنا اس معاملے کو سود کی طرف لے جانے کا سبب بن سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے جو بیع سلم کرے' وہ ادائیگی کے علاوہ کوئی شرط عائد نہ کرے ۔

اگر فروخت کنندہ تنگ دستی کی وجہ سے بروقت چیز مہیا نہ کر سکے تو اس کو آسانی ہونے تک موقع دیا جائے گا۔ اگر مطلوبہ چیز کی پیداوار کم ہونے یا بازار میں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے بیچنے والے کے لئے بروقت سپردگی ممکن نہ ہو تو خریدار کے پاس دو طرح کا اختیار ہو گا:

-1 بازار میں آسانی سے دستیاب ہونے کا انتظار کرے۔

-2 کنٹریکٹ ختم کر کے اپنی رقم وصول کر لے اور اس پر کوئی جرمانہ نہیں لگائے گا کیونکہ ادھار پر جرمانہ سود کے زمرے میں آتا ہے۔

کیا سلم میں نقصان کو پورا کیا جاسکتا ہے؟

سلم کے کنٹریکٹ میں چونکہ چیز کی ڈیلیوری ایک مدت بعد ہوتی ہے تو اس چیز کا امکان موجود رہتا ہے کہ ڈیلیوری کے وقت مطلوبہ چیز کی قیمت میں کمی زیادتی ہو جائے' اگر ڈیلیوری کے بعد مارکیٹ میں اس چیز کی قیمت کم ہو گئی تو اس میں خریدار کا نقصان ہے اور اگر اس کی قیمت زیادہ ہو جائے تو بظاہر بیچنے والے کا نقصان ہے۔ اس لیے ڈیلیوری کے وقت چیز کی قیمت کچھ بھی ہو فریقین میں سے کسی کو بھی اپنے نقصان کے ازالے کی اجازت نہیں ہے جو قیمت پہلے دے دی اسی کے عوض ہی وہ چیز ڈیلیور ہو گی' مزید قیمت میں کمی وبیشی کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

سلم فائنانسنگ کا ایک اسلامی ذریعہ

بعض کسانوں اور مینوفیکچرز کو اپنا کاروبار چلانے کے لیے فائنانسنگ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ان کے پاس ضرورت کے مطابق مثلاً بیج' کھاد' آلات' خام مال خریدنے اور لیبر کے لئے رقم نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو اسلام نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ حصولِ رقم کی خاطر اپنی فصل یا پیداوار قبل از وقت فروخت کر دیں تا کہ قرض کے لئے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچے رہیں۔ اس اجازت کا اِضافی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی چیز بیچنے کے لئے گاہک تلاش کرنے کی فکر سے آزاد ہو جاتا ہے' کیونکہ اس کا سودا پہلے ہی ہو چکا ہوتا ہے۔ اس سے خریدار کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سَلم میں طے کردہ قیمت ان چیزوں کی اس قیمت سے کم ہوتی ہے جو نقد ادا کی جاتی ہو۔ نیز اگر چیز آگے بیچنا چاہتا ہو تو مارکیٹنگ کے لئے بھی مناسب وقت مل جاتا ہے۔

یاد رہے کہ سلم چونکہ عام خرید وفروخت کے اصولوں سے ہٹ کر ہے اس لیے ان شرائط کی پابندی لازمی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہیں۔
کیونکہ اگر ان شرائط کا لحاظ نہ رکھا گیا تو پھر غرر اور سود کا دروازہ کھل سکتا ہے کہ جس سے اسلام نے سختی سے روکا ہے۔

مرابحہ کی عملی شکل:

اگرآپ ایک تاجر ہیں اورآپ کورقم کی ضرورت ہے کیونکہ آپ کواپنی کمپنی کے لیے میٹریل درکار ہے توآپ کوسود پر پیسہ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں' بلکہ آپ اس میٹریل کو اسلامی مالیاتی اداروں کے توسط سے مرابحہ کی بنیادوں پر حاصل کرسکتے ہیں۔اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ اسلامی مالیاتی ادارے کے پاس جائیں اوران سے اپنے مطلوبہ میٹریل کاتذکرہ کریں۔اب اسلامی مالیاتی ادارہ کہیں سے وہ میٹریل اورسامان خریدے گااوراپنی کاسٹ کومدنظر رکھ کرآپ کومرابحہ کے طور پر بیچ دے گا۔اس میں ادارہ کسٹمر کو بھی اپناوکیل مقرر کرسکتا ہے کہ وہ میٹریل اولاًادارے کے لیے خریدلے اورجب میٹریل کسٹمر کے قبضے میں آجائے تو یہ کنٹریکٹ صحیح سمجھا جائے گااور یہ کسٹمر کاقبضہ ادارے کے وکیل کی حیثیت سے ادارے کا ہی تصور کیا جائے گااب ایک دوسرا کنٹریکٹ ہوگا جو اسلامی مالیاتی ادارے اوراس کسٹمر کے درمیان ہوگا یہ مرابحہ کنٹریکٹ ہوگا کہ بینک اپنا نفع اس میں رکھ کراس چیز کومرابحہ کے طورپراس کسٹمر کوبیچ دے گا۔ لیکن یہاں اتنی بات ملحوظ خاطر رہے کہ یہاں دوالگ الگ کنٹریکٹ ہوں گے پہلا کنٹریکٹ کسٹمراور فروخت کنندہ کے درمیان ہوگا یہاں یہ کسٹمرادارے کے وکیل کی حیثیت سے کنٹریکٹ کررہا ہوگا' جبکہ دوسرا کنٹریکٹ اس کسٹمر اوراسلامی مالیاتی ادارے کے مابین مرابحہ کے طورپر ہوگا۔ان مندرجہ بالااصولوں کی روشنی میں جو ہم نے اوپر ذکر کیے۔

مرابحہ کی صحت کے اصول:

مندرجہ ذیل چیزیں مرابحہ کی صحت کے لیے ضروری ہیں۔

الف بیچی جانے والی چیز کی کاسٹ اورلاگت واضح طورپر کسٹمر کوبتانا ضرور ہے۔

ب۔ نفع کی مقدار بھی متعین ہو۔ یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ نفع کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے کہ اس مخصوص مقدار میں نفع لیا جاسکتا ہے بلکہ مارکیٹ کے لحاظ سے نفع کی کوئی مقدار بھی متعین کی جاسکتی ہے۔

ج۔ جوپروڈکٹ مرابحہ کے طورپر بیچی جارہی ہے'اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کنٹریکٹ کرتے وقت بیچنے والے کی ملکیت میں ہو' اگر ملکیت میں نہ ہو تو یہ کنٹریکٹ صحیح نہیں ہوگا

د۔جب مرابحہ کاکنٹریکٹ کیاجارہاہو تواس وقت وہ چیز موجود بھی ہونی چاہیے۔

ذ۔ مرابحہ کاکنٹریکٹ حال سے تعلق رکھتا ہوا گر مستقبل سے متعلق ہواتو یہ کنٹریکٹ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ یہ کنٹریکٹ کرنے کاوعدہ تصور کیا جائے گا کہ فروخت کنندہ نے کسٹمر سے وعدہ کیاہے کہ وہ مستقبل میں اس چیز کو مرابحہ کے طورپر بیچے گااور کسی چیز کے کرنے کاوعدہ اس چیز کے وجود سے تعلق نہیں رکھتا۔اس لیے مرابحہ کنٹریکٹ کی صحت کے لیے زمانہ حال میں ہی اس چیز کو کریں۔

ر۔ مرابحہ کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ جس چیز کوبیچ رہے ہیں'اس کی مارکیٹ میں ویلیو بھی ہو۔

ز۔ایسی چیز کامرابحہ صحیح نہیں ہے کہ جواسلام میں منع ہے یااس چیز کااستعمال صرف ایسی چیز کے لیے ہوتا ہے'جواسلام میں منع ہے توایسی چیز میں مرابحہ کاکنٹریکٹ صحیح نہیں ہوگا۔

س۔ مرابحہ میں پرائس متعین ہونی چاہیے'غیر متعین پرائس مرابحہ کی صحت کو متاثر کرسکتی ہے۔

ش۔ مرابحہ صرف اشیاء کی خریدوفروخت میں ہوگا۔ کرنسی کے ایکسچینج میں مرابحہ نہیں کرسکتے اسی طرح قرض اورڈیبٹ میں بھی مرابحہ نہیں کیا جائے گا۔

ص۔ مرابحہ میں کوئی ایسی کنڈیشن یاشرط لگاناجواس کے نامناسب ہے' مرابحہ کنٹریکٹ کی صحت کو متاثر کرسکتا ہے۔

کیامرابحہ فنانسنگ کاایک ذریعہ ہے؟

اگراسلامی ذرائع تمویل کی بات کریں تومرابحہ ان ذرائع میں کہیں نظر نہیں آتا'لیکن اسلامک فائنانس میں آج کل یہ فنانسنگ کے طورپر استعمال ہورہا ہے اور شرعاًاس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔ سودی ذرائع تمویل کے متبادل کے طورپر اس کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مندرجہ ذیل چیزوں کے حصول میں مرابحہ سے فنانسنگ کی جاسکتی ہے۔

- فیکٹریوں میں میٹیریل کی خریداری کے لیے۔
- گاڑیوں کی خریداری کے لیے۔
- کمپنی کے اثاثہ جات کی خریداری کے لیے۔
- گھر بنانے کی فنانسنگ کے لیے۔
- تعلیم کی فنانسنگ کے لیے۔
- انوینٹری کے حصول کے لیے۔
- زمین کی فنانسنگ کے لیے۔
- امپورٹ'ایکسپورٹ کے لیے۔
- دیگر ضروریات زندگی کی اشیاء کے حصول کے لیے۔

مرابحہ میں ادائیگی کی صورت اور اسلامی مالیاتی اداروں کے لیے مسائل:

مرابحہ میں ادائیگی چونکہ بعد میں ہوتی ہے اور وہ بھی اکثراوقات قسطوں میں تواسلامی مالیاتی اداروں کے سروں پر کسٹمرز کے ڈیفالٹ کرنے کی تلوار لٹکی رہتی ہے۔اس سے بچنے کے لیے ادارہ اپنی رقم کی سیکورٹی کے لیے کسٹمر سے کوئی چیز گروی(Mortgage)) طورپر لے سکتا ہے' یا کوئی گارنٹی لے لیں اور بروقت ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں کوئی پینالٹی یاجرمانہ بھی شریعت کے اصولوں کومدنظر رکھتے ہوئے عائد کرسکتے ہیں لیکن یادرہے کہ یہ جرمانہ جوپینالٹی کی مد میں لیاجائے گا یہ اس ادارے کی آمدنی نہیں کہلائے گی بلکہ اس کو صدقہ کیا جائے گا۔

مرابحہ اگرچہ باقاعدہ فنانسنگ کاذریعہ نہیں ہے لیکن اس کو فنانسنگ کے لیے استعمال کرسکتے ہیں اور سودی اداروں سے سود پر قرض لینے کی بجائے اسلامی مالیاتی اداروں سے مرابحہ کنٹریکٹ پراپنی ضرورت کوپورا کیاجا سکتا ہے۔یہ آپ کے لیے اورآپ کے کاروبار کے لیے دنیاوی اعتبار سے بھی نفع بخش ہے اور سود سے بچنے کی وجہ سے آخرت میں کامیابی کاذریعہ بھی ہوسکتا ہے۔

مسائل
پوچھیں اور سیکھیں

قربانی پر اعتراضات اوران کا جواب

مفتی محمد توحید

سوال: عیدالاضحیٰ کے موقع پر تمام دنیاکے صاحب استطاعت مسلمان سنتِ ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق جانوروں کوذبح کرکے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی کانذرانہ پیش کرتے ہیں۔اسلام کے اس فلسفۂ قربانی پر بعض جدت پسنداور عقل پرست لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ: "اتنے سارے جانوروں کاخون بہانا عقلی اعتبار سے سنگ دلی اور ظلم ہے' نیز اقتصادی اعتبار سے بھی یہ کام مناسب نہیں ہے' اس لیے کہ مسلمان قوم کااتنارو پیہ جوتین دن میں جانوروں کے ذبح پر ہرسال خرچ ہوجاتا ہے اوراس کا کوئی خاطر خواہ مفاد نظر نہیں آتا اگریہی پیسہ رفاہی اور قومی مفادات پر لگایا جائے توبہت فائدہ حاصل ہو"

آپ سے گزارش ہے کہ اسلام کے اس اہم مسئلے پر قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمادیں' تاکہ مجھ جیسے کمزورذہنوں کی تسلی کاسامان ہوجائے۔

جواب: واضح رہے کہ آپ کے مذکورہ سوال میں دومختلف اعتراضات کاذکرہے: (۱)قربانی کے جانورذبح کرنا ظلم ہے(۲) یہ عمل اقتصادی اعتبار سے نقصان دہ ہے۔

جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے تواس کے بارے میں اگرچند باتیں ملحوظِ خاطر رکھی جائیں توخود ہی اس اعتراض کابے وزن ہوناواضح ہوجائے گا:

(1) فلسفۂ قربانی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے خون اور گوشت کابھوکا نہیں اور وہ ایسی پاک اور عظیم الشان ذات ہیں جونہ کھالوں کی محتاج ہیں اورنہ گوشت کے چڑھاوے کی' بلکہ وہ یہ سکھانا چاہتے ہیں کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کے حضورمیں اسی طرح قربان ہوجاؤ جس طرح یہ جانورقربان ہواہے' نیز یہ بھی تمہاراہی قربان ہوناہے کہ اپنے بدلے اپنا قیمتی اورپیاراجانورقربان کردو۔

(2)قربانی کوظلم اورخلافِ عقل کہنے والے کیا یہ نہیں سوچتے کہ ہمیشہ ادنیٰ چیزاعلیٰ کے بدلے میں قربان کی جاتی ہے؟ یہ سلسلہ چھوٹی سے چھوٹی اوربڑی سے بڑی چیزوں میں پایاجاتا ہے۔مثلاً: اگرکوئی زہریلاسانپ کسی کوڈس لے توفوراًوہ انگلی کاٹی جاتی ہے' تاکہ باقی جسم زہریلے اثرات سے محفوظ رہے' گویاانگلی تمام جسم کے لیے قربان کی جاتی ہے' اوراس کوعین عقل مندی شمار کیا جاتا ہے۔

(3)اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہماراکوئی دوست آجائے توجوکچھ ہمارے پاس ہو'اس کی خوشی کے لیے قربان کرناپڑتا ہے: گھی'آٹا'گوشت اوردیگر قیمتی اشیاء اس پیارے کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

(4)اس سے زیادہ عزیز دوست ہوتومرغے' حتیٰ کہ بھیڑیں اور بکرے قربان کئے جاتے ہیں' بلکہ اس سے بڑھ کر بھی گائے اوراونٹ بھی عزیز مہمان کے لیے قربان کردیئے جاتے ہیں۔

(5) جیساکہ عرض کیاکہ ادنیٰ کواعلیٰ کی خاطرقربان کیاجاتاہے۔مثلاً: خاکروب ہیں‘اگرچہ عید کادن سب کے لیے ہوتاہے‘مگر ان بے چاروں کے سپرد وہی کام ہوتاہے‘یعنی گلی محلوں کی صفائی ستھرائی‘بلکہ عید کے دنوں میں توان کواورزیادہ تاکید ہوتی ہے کہ لوگوں کی آسائش وآرام کی خاطر کوئی گندگی کسی گزرگاہ میں نہ رہنے دیں۔گویاادنیٰ کی خوشی اعلیٰ کی خوشی پرقربان ہوئی۔

(6) ادنیٰ سپاہی اپنے افسر کے لیےاوروہ افسراپنے اعلیٰ افسر کے لیےاوروہ اعلیٰ افسراپنے وزیر کے لیے قربان ہوناایک فطری بات ہے‘لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی اس فطری مسئلہ کوبرقراررکھااور جانوروں کی قربانی میں تعلیم دی کہ ادنیٰ (جانوروں کی طرح نفسانی خواہشات وغیرہ) کو اعلیٰ (اللہ تعالیٰ کی ذات) کے لیے قربان کردو!

(7) تمام اقوامِ عالم کااس بات پراتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے ظلم وستم سے پاک ہیں اوروہ رحمٰن ورحیم ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ کافعل ملاحظہ ہو کہ فضاؤں میں چِیل‘باز‘شِکرے‘گِدھ اوردیگر شکاری پرندے موجودہیں اوران کاکام کمزوراور چھوٹے پرندوں کاگوشت کھاناہے اوربس! گھاس اورعمدہ عمدہ پھل وغیرہ کھانے سے تووہ رہے‘نیزآگ میں پروانے کے ساتھ کیا سلوک ہوتاہے؟پھردریاؤں اورسمندروں پرغورکیاجائے کہ اس میں کس قدرخونخوار آبی جانور موجود ہیں: بڑی بڑی مچھلیاں اوردیگر مخلوقات چھوٹے چھوٹے آبی جانوروں کو کھاجاتے ہیں۔اسی طرح خشکی کانظارہ بھی ملاحظہ ہو کہ چیونٹی کھانے والاجانور‘مکھیوں کاشکار کرنے والی مکڑی‘چوہوں کوہلاک کرنے والی بلی‘بندروں کوچیر پھاڑنے والے چیتے کس ذات کی پیداوارہے؟جنگل میں شیر‘بھیڑیئے اور تیندوے کی جوغذا مقررہے وہ کسے معلوم نہیں ہے؟

اب بتلائیں!اس نظارۂ عالَم کودیکھ کرکوئی کہہ سکتاہے کہ کائنات کی پنہائیوں میں جاری یہ قانونِ ذبح اورہرطرف کاخون خرابہ (جوعام طورپر جاری ہے) یہ کسی ظلم کی بناء پر ہے‘ہرگزنہیں! پھر قربانی کرنے والے مسلمان پر جانور ذبح کرنے کے ظلم کے الزام کاکیامطلب؟ذرااس پر بھی غورکریں کہ انسان کے سرمیں جوئیں پڑجاتی ہیں یاکیڑے پڑجاتے ہیں‘پھرکیسی بے باکی سے ان کی ہلاکت کی کوشش کی جاتی ہے‘کیااس کوظلم کہاجاتاہے؟جب اسے ظلم نہیں کہتے‘بلکہ جواباً یہ کہاجاتاہے کہ اعلیٰ کے لیے ادنیٰ کاقتل جائز ہے توپھرقربانی کے ذبح کوظلم کیسے کہاجاسکتاہے؟(بحوالہ: احکامِ اسلام عقل کی نظرمیں‘بہ تغیرواضافہ‘ص:128تا 131)

آپ کے سوال میں مذکور دوسرااعتراض یہ ہے کہ ”ذبح قربانی کایہ عمل اقتصادی اعتبار سے غیرمفید‘بلکہ نقصان دہ ہے“اس کے بارے میں بھی چندباتیں ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے:

(1) پہلی بات تویہ ہے کہ قربانی کرنااللہ تعالیٰ کاحکم اوردیگرعبادات کی طرح اہم عبادت ہے‘جیسے: حج‘زکوۃ اوردوسری مالی عبادات۔توکیا ان عبادات کے بارے میں بھی یہی کہاجائے گا کہ یہ فضول خرچی اورمال کوبے جاخرچ کرناہے؟اس طرح تودین کابہت بڑاحصہ اوربہت سے دینی احکام کااسلام سے تعلق ہی ختم ہوجائے گا۔لہٰذا جب یہ بات معلوم ہوئی کہ شریعت میں قربانی کاحکم ہے توبحیثیت مسلمان اس حکم کو عقلی اعتراضوں اورذہنی ڈھکوسلوں کانشانہ بنانا کسی طرح درست نہیں۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ دنیامیں ہونے والی دیگراوراصل فضول خرچیاں (جن کاشریعت نے بھی حکم نہیں دیا‘بلکہ روکاہے) ان لوگوں کو نظرنہیں آتیں‘جبکہ اصل میں توان کے ختم کرنے اورمٹانے کی ضرورت ہے۔

عالَم اسلام میں مسلمانوں کی کتنی بڑی تعداد ایسی ہے جومنشیات‘سٹہ‘جوئے بازی‘ناچ گانا‘فحش پروگرامز‘ٹی وی‘کیبل‘سینما‘فضول تصویر سازی‘نیوز چینل کے نام پرفحاشی وعریانی کی ترویج‘بسنت میلہ‘میوزک اوردیگر اخلاق باختہ کاموں کی آڈیوویڈیوسی ڈیز‘مختلف مواقع پرآتش بازی‘شادی بیاہ‘مرگ وموت اورغمی خوشی کی فضول رسومات‘مختلف فیشنز‘نیوائیرنائٹ‘ویلنٹائن ڈےاورغیرشرعی بیوٹی پارلرزوغیرہ کی زَد میں ہے۔

اگر فضول خرچی کی روک تھام کے لیے کوئی فکرمندہے اورملک وقوم کو اقتصادی ترقی پر گامزن کرنے کے لیے کوئی اتنابے چین ہے تواسے چاہئے کہ وہ ان مذکورہ بالا فضولیات کی حوصلہ شکنی کرے اوروہ اس کے خلاف آوازاٹھائے کہ کروڑوں کھربوں کی مالیت کی یہ رقم اگر قومی اوررفاہی مفادات پرخرچ کی جائے توہماری اقتصادی ترقی کاخواب بہت جلد شرمندۂ تعبیر ہوسکتاہے‘نہ کہ احکامِ شریعت کو تختۂ مشق بناکراغیار کی نظرمیں اپناقداونچاکرنے کی نامبارک سعی کی جائے۔

باورچی خانہ اور ہماری صحت

حکیم شمیم احمد

آملہ
تمام پھلوں سے زیادہ وٹامن آملہ میں

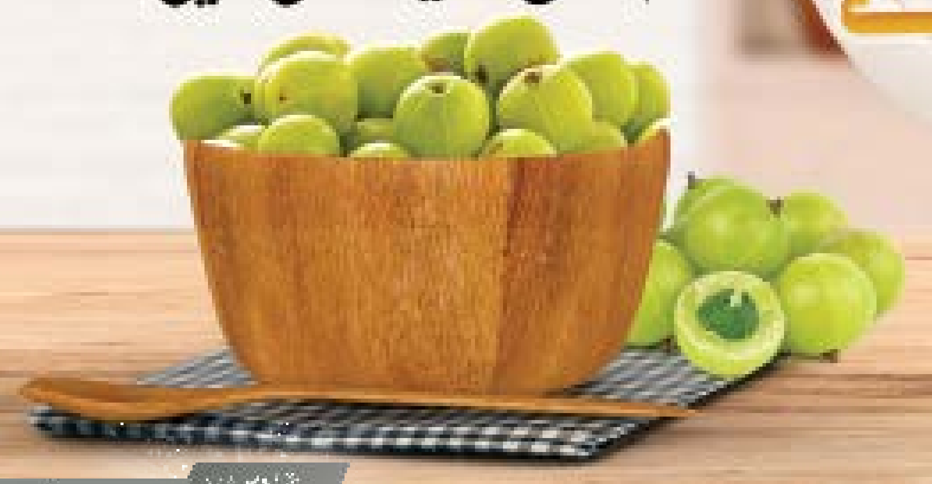

ترپھلا

کے اجزا تین پھلوں یعنی آملہ‘بہیڑہ اور ہرڑ پر مشتمل ہیں۔ ان تینوں اجزا میں کیمیائی اجزا ایک جیسے پائے جاتے ہیں۔ترپھلاایک ایسامرکب بن جاتاہے جوانسانی جسم کے تمام امراض کااحاطہ کرتا ہے۔دماغ سے پاؤں تک کے تمام امراض میں مفید گردانا جاتاہے۔سائنسی تحقیق کے تناظر میں اگر دیکھا جائے توترپھلااستعمال کرکے بہت سے امراض سے بچا جاسکتا ہے۔

آملہ کو عربی میں آملج اور انگریزی میں (Goose Berry اور Emblic Myrobalan) کہتے ہیں۔مزاج سردوخشک ہے۔

ویدک سسٹم میں آملہ کے درخت کی تمام چیزیں استعمال میں لائی جاتی ہیں۔آملہ ہندوستان اور پاکستان میں بکثرت پایا جاتاہے۔اس میں سیب کی نسبت تین گنا پروٹینن اور 160گنا وٹامن سی پایا جاتاہے۔آملے کا پھل تازہ اور خشک دونوں حالتوں میں استعمال میں لایا جاتاہے۔آملے کا مربہ اور اچار دونوں ہی مستعمل ہیں۔اس کے پھول نر اور مادہ دونوں اقسام کے ہوتے ہیں۔آملے کے پتے (MouthWash)اورآنکھوں کے لیےاستعمال ہوتے ہیں۔آملے کا تیل سر کی خشکی کے علاوہ جِلدی امراض میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

مثل مشہور ہے کہ آملے کا کھایا اور بزرگوں کا کہا بعد میں پتا چلتا ہے۔یعنی ان دونوں میں جو فوائد پوشیدہ ہیں وہ آگے چل کر سامنے آتے ہیں۔آملے میں قوت وتوانائی کاخزانہ بند ہے۔جو لوگ آملے کاخوردنی استعمال کرتے ہیں‘وہ صحت کے ساتھ لمبی عمرپاتے ہیں۔آملے کا پھل گول گول شکل کا ہوتا ہے‘گودا سخت اور موٹا ہوتا ہے۔ تحقیق کے مطابق اس میں موجود وٹامن سی کی مقدار دنیا کے سبھی پھلوں سے زیادہ ہے۔یہ وٹامن بہت جلد انسانی بدن میں جذب ہوکر صحت اور قوت مدافعت بڑھانے اور درازی عمر میں معاون ثابت ہوتا ہے۔آملے کی زبردست قدروقیمت اس کے بڑے جزو حیاتین ج کی وجہ سے ہے۔مزید برآں اس میں کیلشیم‘فاسفورس‘فولاداور وٹامن بی بھی ملتے ہیں۔آملہ استعمال کرنے کاسب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اسے نمک کے ساتھ کچا کھایا جائے۔یوں اس میں موجود حیاتین ج (سی) اور فولاد کم سے کم ضائع ہوتا ہے۔آملے کے پھل بطور سبزی بھی استعمال ہوتے ہیں‘یہ عموماً دوا کے کام زیادہ آتے ہیں۔

طبی استعمال: پھیپھڑوں کے امراض آملے کے استعمال سے ٹھیک ہوجاتے ہیں۔امراض قلب‘زورزور سے دل دھڑکنے کی حالت اور کمزور دل افراد کے لیے آملے کامربہ مفید ہے‘زیادہ پیاس لگنے یاقے آنے کی صورت میں آملہ چوستے رہیے‘آملے کاسفوف منجن کے طورپر انگلی سے دانتوں پر ملیے‘مسوڑھوں سے خون آنا بند‘دانتوں کا میل صاف اور ہلتے اور دکھتے دانتوں کوآرام ملے گا۔ آملے کا باریک سفوف اگرچوٹ کے مقام پر چھڑک کر باندھ دیا جائے توخون بہنا بند ہوجائے گااور زخم بھی جلد ٹھیک ہوجائے گا‘تازے آملے کارس ایک چمچ اور شہد ایک چمچ ملاکر جوآمیزہ بنے وہ انتہائی عمدہ اور قیمتی دواہے۔یہ متعدد بیماریوں کاشافی علاج ہونے کے ساتھ ساتھ صحت بخش بھی ہے۔ایک ہفتے تک روزانہ صبح سویرے اس آمیزے کااستعمال جسم کو قوت وتوانائی سے بھر دیتاہے۔شدید کمزوری کی صورت میں اسے کم ازکم دوہفتے استعمال کیجیے۔اگرتازہ پھل دست یاب نہ ہو توخشک سفوف کو بھی شہد میں ملاکر معجون بنالیجیے۔یہ آمیزہ سانس کی بیماری

میں بہت مفید ہے‘ خاص طور پر پھیپھڑوں کی تپ دق‘ دمہ اور کھانسی میں موئثر ہے۔

آملہ تخم جامن اور کریلوں کا ہموزن سفوف ذیابطیس کی عمدہ دوا ہے۔ اس سفوف کی ایک چھوٹی چمچی دن میں دو بار لینا مرض بڑھنے سے روکتا ہے۔ دس گرام آملہ پانی میں کوٹ کر چھان لیں۔ بعدازاں اس میں مصری یا شکر ملا کر پینے سے نکسیر کا خون بند ہو جاتا ہے۔ اسی طریقے سے بواسیر کے خون کا علاج بھی کیا جا سکتا ہے۔ جوڑوں کے درد اور سوزش میں بھی آملہ مفید ہے۔ خشک آملے کا سفوف ایک چمچ‘ شکر کے دو چمچ ملا کر ایک ماہ تک دن میں دو مرتبہ لینا اس مرض کا شافی علاج ہے۔

آملے میں نئی قوت اور توانائی مہیا کرنے کی تاثیر پائی جاتی ہے۔ اس میں ایک ایسا عنصر پایا جاتا ہے جو نہ صرف بڑھاپے کے آثار ختم کرتا ہے بلکہ طاقت بھی برقرار رکھتا ہے۔ یہ انسان کی جسمانی قوت مدافعت بڑھاتا اور اسے بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ دل کو قوت دیتا‘ بالوں کو مضبوط بناتا اور جسم کے مختلف غدودوں کو فعال کرتا ہے۔ ایک سنیاسی کی مثال ہے کہ اس نے ستّر برس کی عمر میں آملے کے استعمال سے خود کو پھر سے جوان بنا لیا تھا۔

بالوں اور آملے کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بالوں کو چمکدار بنانے کے لیے دیسی نسخوں اور ٹوٹکوں میں آملے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ تازہ آملہ ٹکڑوں میں کاٹ کر سائے میں خشک کر لیں پھر انہیں ناریل کے تیل میں اتنا پکائیں کہ تیل کی شکل جلے ہوئے برادے جیسی ہو جائے۔ یہ سیاہی مائل تیل بالوں کو سفید ہونے سے بچانے کے لیے عمدہ دوا ہے۔ تازہ یا خشک آملے کے ٹکڑے رات کو پانی میں بھگو دیں۔ اگلے دن اس پانی سے سر کے بال دھوئیں‘ یہ ان کی نشوونما کے لیے اچھی غذا ہے۔ یاد رہے کہ صرف اسی پانی سے بال دھوئیں‘ کسی قسم کا شیمپو استعمال نہ کریں۔ آملے کا سفوف پانی میں ملا کر گاڑھا سا لیپ بنا لیجیے‘ پھر اسے بالوں کی جڑوں میں لگا کر کچھ دیر بعد سر دھو لیں‘ سفوف اور پانی کا مرکب اتنا گاڑھا ہونا چاہیے کہ تمام بالوں کی جڑوں میں لیپ ہو سکے۔

خشک آملوں کو تھوڑے سے پانی میں بھگونے کے بعد نرم پڑنے پر پیس لیں اور قدرے نمک کا اضافہ کر کے چنے کے برابر گولیاں بنا لیں۔ دو عدد صبح اور دو عدد شام پانی سے کھلائیں‘ اسہال کے لیے مفید ہیں یا آملے کا خیساندہ پلائیں۔ یہ خیساندہ شدت پیاس میں بھی مفید ہے۔

ضعف بصر میں تازہ آملوں کو کچل کر اس کا رس نچوڑیں اور سلائی کے ذریعے آنکھوں میں لگائیں۔ دماغی کم زوری اور رحم کی کم زوری میں مربہ آملہ مفید ہے۔ اس کا تیل بنا کر سر میں لگانا دماغ کو قوی کرتا ہے۔

آملے کا سفوف پانچ گرام ہمراہ ایک گلاس چھاچھ صبح نہار منہ استعمال کرنے سے ضعف جگر کو فائدہ دیتا ہے۔ آملے کے پنج انگ (یعنی پھل پھول‘ شاخیں‘ پتے اور جڑ) کا سفوف ایک چمچ کو ایک گلاس پانی میں جوش دے کر ٹھنڈا کر لیں اور چینی ملائے بغیر نہار منہ ایک ہفتہ مریض کو پلائیں‘ یہ مرض یرقان کے لیے مفید ہے۔

سفوف آملہ ایک چمچ کا جوشاندہ صبح و شام مصری ملا کر خالی پیٹ استعمال کروانا پیشاب میں ہر قسم کی رکاوٹ کو دور کرتا ہے۔

خواتین میں لیکوریا اور سیلان کے مرض کے لیے آملے کا سفوف پانچ گرام صبح نہار منہ ایک کپ پانی کے ہم راہ استعمال کروانا مفید ہے۔

مشہور محقق ڈاکٹر خالد محمود کی تحقیق کے مطابق آملہ مندرجہ ذیل امراض میں مفید ثابت ہوا ہے: دافع وائرس‘ دافع سوزش‘ دافع سرطان‘ عمر کے ساتھ پیدا ہونے والے گردوں کے امراض‘ ذیابطیس‘ دافع کولیسٹرول‘ ٹرائی گلیسرائڈ (جگر کا ایک انزائم ہے جو کسی وقت کولیسٹرول میں تبدیل ہو سکتا ہے اور یہ ان لوگوں کے جسم میں بڑھتا ہے جو چینی سے تیار کی گئیں چیزوں کا زیادہ استعمال کرتے ہیں) خون کی کمی‘ یرقان‘ بدہضمی‘ سیلان خون کی بیماریاں‘ بڑی آنت کی سوزش‘ معدے کی اندرونی جھلی کی سوزش‘ سوزش جگر‘ مقعد کے مسّے‘ ہڈیوں کا بھر بھرا ہونا‘ چکر آنا‘ خون‘ ہڈیوں‘ خلیوں اور رباط کی ازسرنو تعمیر کرنا پھیپھڑوں کی سوزش‘ بالوں کی افزائش کو بڑھانا اور بالوں کو سفید ہونے سے روکتا ہے۔

آملے کے مشہور مرکبات: جوارش آملہ‘ جوارش شاہی‘ سفوف ہاضم اور اطریفلات ہیں۔

وہ خواتین جو امید سے تھیں اور انتہائی خون کی کمی کا شکار تھیں‘ لیڈی ڈاکٹرز نے انہیں خون چڑھانے کا مشورہ دیا تھا۔ انہیں مربہ آملہ‘ مربہ گاجر اور مربہ سیب روزانہ کھانے کا مشورہ دیا گیا۔ الحمدللہ ان کے مسلسل استعمال سے خون کی کمی دور ہو گئی۔ اس کے علاوہ شربت انار پینے کا مشورہ دیا۔ وہ حاملہ خواتین جنہیں نزلہ وزکام اور گلے میں تکلیف ہو انہیں چاہیے کہ شربت انار ہلکا سا گرم کر کے اور اس میں ایک چمچ شہد ملا کر دن میں دو بار پیئں۔ انشاء اللہ اس سے بھی خون کی افزائش بڑھے گی۔

وہ خواتین جن کو حمل کے دوران کثرت سے متلی ہوتی ہو ان کو جوارش آملہ 5 ماشہ اور جوارش انارین 5 ماشہ باہم ملا کر بعد غذا کھلانا چاہیے۔ اس سے متلی بھی دور ہو گی اور بھوک میں بھی اضافہ ہو گا۔ یوں بچے اور ماں دونوں کی نشوونما ہو گی اور بچہ تمام بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔

Perfect 25

لَبَّيْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّيْكَ.لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ
اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَتَ لَكَ وَ الْمُلْكَ.لَا شَرِيْكَ لَكَ

حج کی تربیت دیتے ہوئے امام صاحب سے اس نے یہ دعا سنی 'حج بیت اللہ اور روضۂ اقدس کی زیارت کا شوق ایک بار پھر بیدار ہو گیا' وہ اپنے رب کے حضور ایک بار پھر سجدہ ریز ہو گئی۔"یارب العٰلمین ! میرا بلاوا کب آئے گا ؟کب ان آنکھوں کو بیت اللہ کے دیدار سے ٹھنڈا کرے گا؟کب اپنے حبیبؐ کے روضۂ اقدس کی حاضری سے دل باغ باغ کرے گا؟کب میدانِ عرفات میں کھڑا کر کے فریاد سنے گا؟ یا اللہ صبر کی انتہاء ہو گئی۔ تیری بندی جانے کے لیے بے قرار ہو گئی۔ظاہری کوئی اسباب نہیں لیکن میر مولیٰ !آپ مسبّب الاسباب ہیں۔غیب سے مدد فرمایئے۔(آمین)"ماریہ نے آہستہ سے کہا اور چہرے پر ہاتھ پھیر کر اُٹھ کھڑی ہوئی' کچن سے امی دو تین آوازیں دے چکی تھیں۔وہ جلدی سے کچن میں آکر امی کا ہاتھ بٹانے لگی۔

ماریہ کو بچپن سے اللہ کا گھر دیکھنے کا بے حد شوق تھا اور دعاؤں کے سوا اس کے پاس اور کوئی ہتھیار نہ تھا۔وہ پریشان ہو کر نااُمید ہونے کے بجائے پورے یقین سے امی کو کہتی : "امی ! ہم بھی حج پر جائیں گے ناں ؟"

"کیوں نہیں بیٹا ! ضرور انشاء اللہ۔"امی اپنی ماریہ کو پیار کرتے ہوئے کہتیں۔

ماریہ خوشی سے نہال ہو کر اپنی امی کے گلے میں باہیں ڈال دیتی۔

آج عرفات کا دن تھا اور ماریہ کو یہ سوچ بار بار شرم سار کر رہی تھی کہ اس کے پیارے حبیب امام الانبیاء محمد مصطفیٰ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم 'میدانِ عرفات میں اونٹنی پر سوار تپتی دھوپ میں اپنی امت کے لیے کس قدر متفکر اور غمگیں ہوتے تھے اور روتے ہوئے کتنے گھنٹے دعا کی تھی "یاربِ امّتی امّتی ! یاربِ امّتی امّتی۔یارب میری امت پر رحم فرما۔ یارب میری امت پر رحم فرما۔آج اسی امت نے اپنے محسن نبی ﷺ کی سنّتوں کو پامال کر رکھا ہے۔وہ نبی جو ہمارے لیے روتے تڑپتے تھے۔ایسے تڑپتے تھے کہ پہاڑ ہِل جاتے 'فرشتے آسمان سے اتر جاتے : "یارسول اللہ !آپ کیوں رو رہے ہیں ؟"

آپ ﷺ فرماتے : "مجھے میری امت کا غم رلا رہا ہے۔"

اسی نبی کے طریقوں کو چھور کر ہم نے غیروں کی نقّالی کی 'غیروں کا لباس اپنایا'غیروں کے بال پسند کیے'غیروں کی طرح کھانا پینا'اوڑھنا بچھونا پسند کیا۔

میرے نبی ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے "جس شخص نے کسی کوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی میں سے ہے۔"کون سی خوبی نہیں دِکھتی ہمیں رسول اللہ ﷺ میں؟ کیوں ہم اپنے محسن نبی ﷺ سے بے وفائی کر گئے ؟ہمیں پردے کا کہا تو ہمارا پردہ صرف برقع تک محدود ہو کر رہ گیا اور شرم و حیاء آنکھوں سے جاتی رہی۔

جو لوٹ آئیں تو کچھ کہنا نہیں' بس دیکھنا انہیں غور سے
جنہیں منزلوں پہ خبر ہوئی' کہ یہ راستہ کوئی اور تھا

محشر میں کس منہ سے سامنہ کریں گے ؟ کون سا عمل ہے جو ہم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت کے خلاف نہ کیا ہو ؟ مجھے بدلنا ہو گا' پیارے نبی ﷺ کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی زندگی میں انقلاب لانا ہو گا۔

نقشِ قدم نبی ؐ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

"یا اللہ ! میرے ہم مذہب امتِ مسلمہ کو دین کی سمجھ عطا فرما۔انھیں ہدایتِ کاملہ نصیب فرما۔"ماریہ آنکھوں کے بھیگے گوشوں کو صاف کر کے سوچنے لگی۔

"میں کثرت سے درود شریف پڑھوں گی اور اللہ نے موقع دیا تو پیارے نبی ﷺ کے روضۂ اقدس کی حاضری پر روٹھے ہوئے نبی کو ضرور مناؤں گی۔انشاء اللہ..."اس عظیم عزم کے ساتھ ماریہ وضو کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی کہ اس نے اور اس کی قوم نے پیارے محبوب ﷺ کی سنتوں کو پامال کرتے ہوئے اپنے رب کے حکموں کو بھی توڑا تھا۔وہ اللہ ان کی معافی کی تلافی کے لیے باہیں پھیلائے ان کا منتظر کھڑا تھا۔

ارادے جن کے پختہ ہوں' نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

آج ماریہ خوشی سے سرشار تھی۔کیوں نہ ہوتی؟اس کے پیارے رب نے اس کی دلی تمنّا کو غیب سے پورا کیا تھا وہ اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کے ساتھ جہاز میں بیٹھی مقدس سفر کی جانب رواں دواں تھی اور مسکراتے ہوئے یہ اشعار دہرا رہی تھی۔

شکر ہے تیرا خدایا! میں تو اس قابل نہ تھی
تُو نے اپنے گھر بلایا 'میں تو اس قابل نہ تھی

زندگی میں مشکلات اور پریشانیاں اتنی دَر آئیں تھیں کہ سمعیہ کو لگتا تھا بس اب وہ پریشانیوں سے لڑلڑ کے ختم ہو جائے گی اور مشکلات تھیں کہ دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جارہی تھیں۔ سمعیہ بی۔اے کے پیپر دے کر فارغ ہوئی تو وہ ایک نجی اسکول میں پڑھانے لگی، اسکول اگلی گلی میں تھا۔ پانچ ہزار ماہوار پر چھ گھنٹے کی ذہنی مشقت اور مسائل پھر بھی جوں کے توں تھے۔ سمعیہ کو ایک پوش علاقے میں گھروں میں برتن دھونے کا کام مل رہا تھا، مگر اس کی عزتِ نفس نے اس کو گوارا نہ کیا۔ زندگی جمود کا شکار تھی اور جمود میں محض پریشانیاں، تنگیاں اور مشکلات تھیں۔

سمعیہ کا رزلٹ اچھا آیا تھا، مگر اسے کوئی خوشی نہ ہو پائی کیوں کہ فی الوقت ایسا کوئی ادارہ اس کے ذہن میں نہیں تھا جو بغیر فیس لیے اسے داخلہ دے دیتا۔ سو بڑے دل سے اس نے اسلامیات میں اپنا داخلہ بھجوا دیا، اس کا خیال تھا کہ یہ آسان مضمون سمجھا جاتا ہے، اس کے لیے ٹیوشن کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ پارٹ ون میں خیر محنت بھی بہت کی اور اچھے نمبروں سے پاس بھی کرلیا۔ پارٹ ٹو کے پیپر

بھی اچھے ہو گئے تھے۔ چھٹیاں تھیں سو وہ اسلامیات کے وائیوا کے لیے شیخ عمران اسلامک سینٹر میں تھی۔ چھٹیوں کی وجہ سے وہ ایک فیکٹری میں کام بھی کرنے لگی۔ کچھ رقم سمعیہ نے جمع کرلی تھی۔ اس کا ارادہ وائیوا کے آنے کے بعد دفتر میں جاب کرنے کا تھا۔

کوریڈور میں بے چین، مضطرب رٹّے لگاتی لڑکیاں نظر آرہی تھیں، جب کہ سمعیہ بے فکر تھی۔ تیاری کیا اس نے تو کتاب تک نہ لی تھی، لیکن مطمئن تھی کہ ایک عرصہ تک اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت اچھا تعلق رہا تھا۔ اب دنیاوی فکروں میں اس تعلق پر گرد پڑ گئی تھی تو کیا ہوا۔

جب وہ چھوٹی تھی، ابا کی نوکری تھی، اماں کی محنت تھی اور بھائی کی نوکری تھی باجیاں کام کرتی تھیں، تب سمعیہ کو کوئی بھی فکر نہیں ہوا کرتی تھی۔ پڑھنا اور کھیلنا بس سمعیہ کے دو ہی مشاغل تھے۔ اماں صبح اٹھتیں، نماز پڑھتیں، قرآن پڑھتیں، سو ان سب بہنوں کو بھی عادت تھی، تب سے سمعیہ نماز کی پابند تھی۔ جذب سے دعا مانگا کرتی تھی، اپنے اچھے نمبروں کی، گڑیا کی اور ایسی ہی کسی فرمائش اور خواہش کی۔ رات کو بستر پر لیٹ کر اماں سے چپک کر وہ اللہ سے ڈھیروں باتیں کیے جاتی۔ فرمائشیں، خواہشیں، شکوے، شکایتیں...اسے ایسا لگتا کہ اللہ بس اس کا ہے۔ سارا وقت اس کے لیے ہے۔ فرصت، تسلی، دھیان سے سنی جاتی ہیں اس کی باتیں اور بولتی بھی تو بہت لاڈ سے تھی: اللہ جی دیکھیں ناں! اللہ جی پھر میں نہ بولوں گی آپ سے! اللہ ایک غلطی ہو گئی ہے، معاف کردیں ناں! دیکھیں چھوٹی سی، پیاری سی بچی ہوں ناں میں۔ آئندہ نہیں کروں گی ناں۔ اچھا اب کردیں ناں معاف مجھے، بار بار کیوں یاد دلا رہے ہیں۔ اللہ جی ہمارا راز ہے یہ۔ تب زندگی میں کچھ مشکل نہ تھا۔ اللہ جی ہیں ناں اور تب ابا بھی تو ٹھیک تھے۔

اس کا نام پکارا جا رہا تھا۔ تمام سوچوں کو جھٹکتی وہ اندر داخل ہوئی۔ کھچڑی داڑھی والا سفید لباس میں شفیق سا انسان بیٹھا ہوا تھا۔ قرآن سمعیہ کے آگے رکھا گیا،

سورۃ التوبہ کی کوئی آیت تھی جو انھوں نے اسے پڑھنے کو کہا۔ سمعیہ نے دھیرے سے نفی میں سر ہلا دیا۔ دو چار سوالات انھوں نے اور پوچھے اور سمعیہ دو ہی کا جواب دے پائی۔

"نماز پڑھتی ہیں آپ؟" اچانک اس نے پوچھا۔

"جی۔" سمعیہ نے آہستگی سے جواب دیا۔

"کتنی؟"

"زیادہ تر عشاء کی اور کبھی کبھار عشاء کی بھی نہیں اور کبھی فجر کی۔" انھوں نے سمعیہ کے سچ پر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"کیوں؟ فرض تو پانچ ہیں۔" انھوں نے نرمی سے پوچھا۔

"سر! بچوں کی تربیت، ماں باپ کی خدمت اور دوائیں لانا، بھائی کی بے گناہی ثابت کر کے اسے جیل سے رہا کروانا، گھریلو خرچ پورا کرنا بھی تو فرض ہے۔"

"یہ سب مسائل فرض نہیں۔" انھوں نے آہستگی سے تصحیح کی۔

"سر! مسائل حل ہوں گے تبھی تو فرض ادا ہو پائیں گے ناں؟"

"مسائل حل کرنا آپ کا کام کہاں سے ہو گیا؟" انھوں نے کرسی سے ٹیک لگاتے سمعیہ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"سر! میرے مسائل ہیں تو مجھے ہی حل کرنے ہیں۔" وہ تھوڑا اچڑی۔

"آپ نے مسائل حل نہیں کرنے، آپ نے صرف کوشش کرنی ہے اور اللہ سے دعا کرنی ہے۔ اللہ کی ذات مسائل حل کرنے کے لیے ہے۔" انھوں نے انگلی سے اوپر کی طرف اشارہ کیا۔

"تو کیا سر ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں، گھر میں نمازیں پڑھتے رہیں، دعائیں مانگتے رہیں۔ اس سے مسائل حل ہو جائیں گے؟" سمعیہ نے غصہ سے کہا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا بیٹا!" نرم اور شفیق لہجے میں کہا گیا "ہاتھ پر ہاتھ دھر کے نہیں، کوشش ضرور کریں۔ اپنی زندگی کا سیٹ اَپ بنائیں، ہر چیز کو ٹائم دیں۔ اچھا ایک سوال کا جواب تو دو۔ رزق کی ذمہ داری کس کی ہے؟ پھر ہم کیوں خود اپنے رزّاق بنے بیٹھے ہیں۔ وہ کہتا ہے پتھر میں چھپے کیڑے کو بھی وہ رزق دیتا ہے اور ہم ہیں کہ اپنے ہی خدا بن بیٹھے ہیں۔ تبھی تو ہمارے مسائل ختم ہونے کا نام نہیں لیتے۔ ہم نے اپنی پرستش شروع کردی ہے۔ جب دن میں اللہ، 5 بار بلاتا ہے کہ آؤ کامیابی کی طرف تو ہم کیوں یقین نہیں کر پاتے؟"

سمعیہ کی نگاہیں جھکی ہوئیں تھیں۔ دفعتاً جھکی نگاہوں سے شرمسار لہجے میں اُگلا۔ "یہ سب ٹھیک ہے سر! میں بہت گناہ گار ہوں سر۔ اللہ مجھے اس بات پر معاف کرے، مگر 5 نمازیں پڑھنا وہ بھی آج کل کے دور میں بہت مشکل ہے۔ ہمارے مسائل پہلے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔ پچھلے زمانے کے لوگوں کے لیے یہ ٹھیک تھی سر۔ پہلے زمانے کے لوگوں کے اتنے مسائل، اتنی بیماریاں نہیں تھیں سر۔ زندگی میں آگے بڑھنے کے مقابلے نہیں تھے سر۔ ان کے پاس فرصت ہی فرصت تھی سر۔"

"پانچ وقت کی نماز دراصل آج کے دور کے مسلمانوں کے لیے ہی ہے، جب پہلے دور کے مسلمانوں کے اتنے مسائل نہیں تھے تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ اگر وہ پانچ بار اللہ کے پاس نہ جاتے تو گنجائش ہوتی، لیکن اُن میں اور ہم میں فرق ہے۔ اُن کے مسائل تھوڑے تھے، لیکن پھر بھی وہ انہیں اللہ ہی سے حل کرواتے تھے، اس لیے اسی کے در پر بیٹھے رہتے تھے۔ آج کے دور کے مسلمانوں کے مسائل ہیں، انہیں تو پانچ سے بھی زیادہ بار اللہ کے پاس جانا چاہیے تھا، لیکن چوں کہ ہم اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں کہ مسائل اللہ نے تھوڑا حل کرنے ہیں، ہم نے خود حل کرنے ہیں، اس لیے ہمیں نماز پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ جب ہم بھی اللہ سے مسائل حل کروانے لگ جائیں گے تو سچی بات ہے کہ مسائل حل بھی ہو جائیں گے اور پانچ بار پوری دل جمعی سے نماز پڑھنا بھی مشکل نہیں لگے گا۔" سمعیہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"ٹھیک ہے آپ جا سکتی ہیں۔" پُر شفیق دھیمے لہجے میں کہا۔ وہ اٹھی اور سامنے رکھی سلِپ اٹھائی۔

"بیٹا! سوچیے گا ضرور..." دھیمی آواز پر وہ بغیر مڑے دروازہ کھول کے باہر نکل آئی۔ وہ بس سے اُتر کر گھر کی طرف روانہ ہوئی تو مغرب کی آواز گونجنے لگی۔

حی علی الصلاۃ...آؤ نماز کی طرف

حی علی الفلاح...آؤ کامیابی کی طرف

گھر جانے تک اذان کی آواز اس کے کانوں میں گونجتی رہی، لاکھ کوششوں کے باوجود اذان کی آواز اس کے کانوں سے جا نہ سکی۔ گھر آکر وضو کر کے نماز پڑھی، آج اس نے بہت لمبی دعا مانگی بچوں کے لیے، ماں باپ کے لیے، بھائی، شوہر کی مغفرت کے لیے اور آخر میں اپنے لیے دعا کی۔ طویل دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے ہاتھ ایک لمحے کو رکے، بالکل ساتھ ایک چھوٹی سی دیوار تھی، ڈاکٹر بلال اور ان کے گھر کے درمیان اور ڈاکٹر بلال کو اپنے بچوں کے لیے کسی ٹیوٹر کی ضرورت تھی تو کیوں نہ وہ جاکر مہناز، ذوبیہ اور صائمہ کو اسکول کا کام بھی کروا دیا کرے اور سیپارہ بھی پڑھا دیا کرے، ساتھ ہی ڈاکٹر بلال کے توسط سے اماں ابا کا علاج بھی کچھ سستا ہو جائے گا اور ڈاکٹر بلال کی بیوی ایک بہت اچھی وکیل ہے تو وہ بھائی کے کیس کے سلسلے میں بھی ان سے بات کرے گی۔ وہ حیران تھی کہ یہ سارے خیال اسے پہلے کیوں نہیں آئے؟ بالکل ساتھ ہی تو گھر تھا ڈاکٹر بلال کا۔

سچ ہے کہ اللہ سے زیادہ مشکل کُشا اور کوئی نہیں۔ سمعیہ نے ابھی جھک کر جائے نماز اٹھائی ہی تھی کہ مؤذن پکار اٹھا۔

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر...

اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے۔

"بے شک اللہ بہت بڑا ہے۔" سمعیہ اقرار کرتی ہوئی سجدے میں جھک گئی۔

اے دیارِ مقدس کے مسافرو

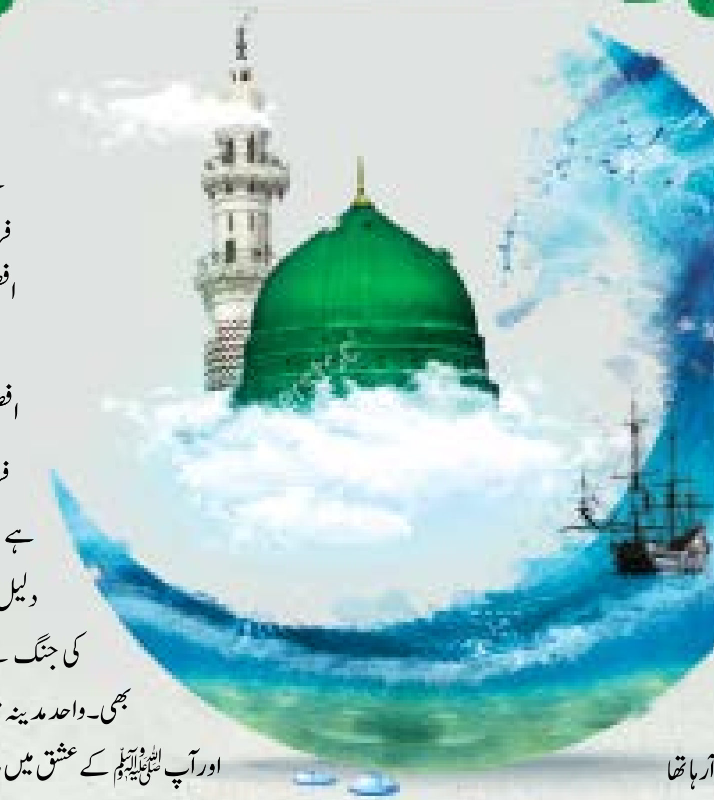

حرمین شریفین میں جانے کی کس کو خواہش نہیں ہوتی؟ یقیناہر کسی کی خواہش ہوتی ہے کہ حرمین شریفین جائے۔اللہ تعالیٰ ہر مرد و عورت کو حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرمائے اور مجھے بھی محروم نہ فرمائے اور ہماری حاضری کو اپنی کامل رحمت سے مکمل کر کے قبول فرمائے۔آمین

جب ہم مکہ پہنچے اور سامان ہوٹل میں رکھاتو تازہ وضو کر کے مسجدِ حرام میں داخل ہوئے تو عشا کی نماز ہو چکی تھی۔ہم مسجدِ حرام کو دیکھ رہے تھے اور ہمیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ہم واقعی میں دیکھ رہے ہیں یا خواب دیکھ رہے ہیں۔عشاء پڑھ کر ہم مطاف میں گئے اور جب بیت اللہ کو سامنے دیکھاتو سچ پوچھیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ہم اپنے شہر میں جس کعبے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں' وہ واقعی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔اس کے بعد عمرہ ادا کیا۔اللہ تعالیٰ ہماری اس ناقص سعی کو اپنی کامل رحمت سے مکمل کر کے قبول فرمائے۔آمین

ایک بہت ضروری اور اہم بات کرنی ہے کہ یہیں سے عمرہ اور حج کے ارکان' فرائض اور واجبات سیکھ کر جائیں۔مجھے ایسی عورتیں بھی ملی جنھیں یہ بھی پتا نہیں کہ طواف کے کتنے چکر ہوتے ہیں' سعی کہاں سے شروع اور کہاں پر ختم ہوتی ہے۔کم از کم دین کی ضروری باتیں سیکھنے کی کوشش تو کریں اور نہیں تو عمرہ وحج کے ارکان کو ہی سیکھیں جس کے لیے پیسے خرچ کرتے ہیں' اس کا طریقہ ضرور سیکھ کر جائیں۔اور ایک صورت اس کی یہ ہے کہ اگر لوگ گروپ میں موجود کسی بزرگ کی رہنمائی میں یا اُن کی رفاقت میں سارے اعمال کریں تو پھر وقت بہت اچھا قیمتی بن جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کا کیا ہی کہنا' اگر اللہ تعالیٰ آپ کو حاضری نصیب فرمائے تو سنتوں کا خاص لحاظ رکھیں' سنتوں پر عمل کریں۔مدینہ منورہ وہ مدینہ ہے جس کے متعلق امام مالکؒ نے فرمایا: "ساری دنیا کے شہروں سے افضل شہر ہے۔"

پوچھا گیا: "کیا مکہ مکرمہ سے بھی افضل ہے؟"

فرمایا: "ہاں! مکہ سے بھی افضل ہے۔"

دلیل کے طور پر فرمایا کہ پوری دنیا تلوار کی جنگ سے فتح ہوئی ہے' یہاں تک کہ مکہ بھی۔واحد مدینہ منورہ ہے جو آپ ﷺ کی محبت میں اور آپ ﷺ کے عشق میں فتح ہوا ہے۔" جو ایسی شان والا شہر ہو تو اس کا ادب بھی تو اُتنا ہی نرالا اور ضروری ہو گا۔

ریاض الجنتہ میں جاتے وقت زبان درود پاک سے تر ہو تو مزہ ہی کچھ اور ہے۔ہم جیسی پاکستانی عورتوں کی وہاں اکثر آواز اُونچی ہو جاتی ہے' خُدارا اس سے بچنا چاہیے! وہاں سرکارِ دو عالم ﷺ آرام فرما ہیں' جن کے آگے اُن صحابہ کو بھی حکم تھا آواز پست کرنے کا جن کو رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کی سند ملی ہوئی تھی تو میں اور آپ کون ہوتے ہیں وہاں آواز بلند کرنے والے۔کہیں سلام پیش کرنے اور سفارش کی دعا کرنے کے بجائے ہم گستاخ نہ ٹھہر جائیں۔

جب مدینہ سے واپسی ہوئی تو ہم زبانِ حال سے یہ کہہ رہے تھے

اے مدینہ الوداع اب اے مدینہ الوداع

شہرِ علم و معرفت کا اے خزینہ الوداع

اللہ پاک سے دعا ہے' اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ٹوٹی پھوٹی کوشش کو اپنی بارگاہِ رحمانیت میں قبول فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو حرمین شریفین کی حاضری اور اس کا بے حد ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اے مسلماں نماز قائم کر

روبینہ عثمان

پھول ہے گلاب کا نرمی سے توڑنا

جان چاہے چلی جائے نماز نہ چھوڑنا

نماز نہ ادا کرنے والوں کے لیے بھی وعید آئی ہے کہ "جس کی عصر کی (ایک) نماز جاتی رہی (اُس کا اِس قدر نقصان ہوا کہ) جیسے اس کے اہل وعیال اور سارا مال ختم ہو گیا ہو۔" صرف ایک عصر کی نماز چھوڑنے پر اتنی سخت وعید ہے تو باقی نمازوں کے چھوڑنے پر انسان کتنے خسارے میں ہو گا۔نماز بے حیائی اور گناہوں سے روکتی ہے' اگر نماز پڑھنے کے باوجود ہم گناہ نہ چھوڑ رہے ہوں تو یہ ہماری نماز کے قبول نہ ہونے کی نشانی ہے۔نماز کی قبولیت کی ایک اور مثال یہ بھی ہے کہ پہلی نماز ادا کرنے کے بعد دوسری نماز پڑھنے کا دل چاہے تو سمجھ جاؤ ہماری پہلی نماز قبول ہو گئی۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "بدترین چوری نماز کی چوری ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی نماز میں بھلا کیسے چوری کرے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو نماز میں رکوع اور سجدہ آرام سے نہ کرے۔" (صحیح ابنِ حبان) نماز دل جمعی اور خشوع و خضوع سے ادا کرنی چاہیے۔نماز میں ہر وہ کام مکروہ ہے جس کی وجہ سے نماز سے دل ہٹے۔نماز کو خشوع و خضوع سے پڑھنے کی قرآن میں تاکید آئی ہے کہ "وہ ایمان والے کامیاب ہوئے جو نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔" نماز میں جو بھی پڑھیں توجہ سے پڑھیں۔دل کی گہرائیوں سے اللہ رب العزت کی تعریف اور پاکی بیان کریں۔

نماز پڑھنے میں اللہ کی رضا کے ساتھ ساتھ دنیاوی فوائد بھی ہیں۔سائنس کی جدید ریسرچ کے مطابق جب ہم نماز میں سجدہ کرتے ہیں تو دماغ کی شریانوں کی طرف خون زیادہ ہو جاتا ہے اور ویسے جسم کی کسی بھی پوزیشن میں خون دماغ تک نہیں جاتا۔صرف سجدہ کی حالت میں دماغی اعصاب' آنکھوں' مغز اور سر کے دیگر حصوں کی طرف خون متوازن ہو جاتا ہے' جس کی وجہ سے دماغ اور نگاہ تیز ہو جاتے ہیں۔

جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھے اسے ہر حرف پر سو نیکیاں ملتی ہیں۔اگر بیٹھ کر پڑھے (کہ نفل نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں) اسے پچاس نیکیاں ملتی ہیں اور بغیر نماز کے وُضو کے ساتھ پڑھے اسے پچیس نیکیاں ملتی ہیں اور جو بغیر نماز اور بغیر وُضو کے پڑھے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں اور جو شخص پڑھے نہیں بل کہ صرف کان لگا کر سنے اسے بھی ایک حرف کے بدلے ایک نیکی مل جاتی ہے۔(احیاء العلوم) اللہ ہم سب کو پانچ وقت کا نمازی بنائے اور مرتے دم تک اس پر قائم و دائم رکھے۔آمین!

انسان کا ہر کام آسان ہو

جب دن کا پہلا کام نماز ہو

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ترجمہ: قیامت کے دن بندے کے اعمال کا جو حساب وکتاب ہو گا' ان میں سب سے اوّل نماز ہو گی۔پس اگر نماز ٹھیک نکلی تو (بندہ) کامیاب اور بامراد ہو گا اور نماز خراب نکلی تو (بندہ) ناکام و نامراد ہو گا۔"

نماز "اسلام" کا پہلا اور اہم سُتون ہے۔دینِ اسلام نے نماز کو ہر عاقل' بالغ اور تندرُست و بیمار انسان پر ہر حال میں فرض کیا ہے۔مرنے کے بعد ہر مسلمان سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہی پوچھا جائے گا۔نماز کی فرضیت کا مُنکر کافر ہے۔ایک حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ: "جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھوائیں اور دس سال کے بچے کو سختی کر کے نماز ادا کروائی جائے۔"

بد قسمتی سے آج ہمارے معاشرے سے نماز کی وہ اہمیت کم ہوتی جا رہی ہے' جو اس سے قبل مسلمانوں کا اثاثہ تھی۔اب والدین سات سال کے بچے کو اسکول کا سبق تو مار مار کر یاد کرواتے ہیں' مگر نماز کے لیے تو پیار سے بھی نہیں کہتے۔فلمی ڈائیلاگ اور گانے تو بہت محنت سے یاد کروائے جاتے ہیں' لیکن نماز کو پس پُشت ڈال دیا جاتا ہے۔اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب خود ہی نماز میں سستی اور کوتاہی کر رہے ہوں تو پھر بچوں کو کیسے نماز کا بول سکتے ہیں؟ اگر آدمی مرض الموت میں بھی ہو تو علما کے نزدیک نماز اس وقت بھی پڑھنی چاہیے۔ہمیں تو ذرا سا بخار یا سر درد ہو جائے ہم نماز چھوڑ دیتے ہیں...

باپ کا بیٹی کے نام خط

خط نمبر 22

جہیز ایک تجزیہ

محمد دانش

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

بیٹی! جہیز کی رسم ختم کرنے کے لیے اجتماعی طور پر اگر ہم مصمم ارادہ کرلیں اور اپنی عملی زندگی میں چند اقدامات کرلیں تو انشاءاللہ تعالیٰ ہم اس ہندوانہ رسم کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اکثر والدین جہیز اس لیے دیتے ہیں کہ لڑکیوں کو سسرال میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے، شوہر اور خاندان کی نظر میں عزت بڑھے اور بھاری بھرکم چیزیں لانے کی وجہ سے وہ دیورانیوں، جٹھانیوں میں ممتاز نظر آئیں اور سسرال میں ان کا رعب اور دبدبہ ہو۔ یہ سوچ بالکل غلط ہے۔ لڑکیاں سسرال میں عزت و وقار اپنے سگھڑپن سے اور اعلیٰ اخلاق سے حاصل کرتی ہیں نہ کے قیمتی جہیز سے۔

ہمارے معاشرے میں رسم ورواج کی پابندی نہایت ضروری سمجھی جاتی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ جہیز نہ دیا تو معاشرے، خاندان اور برادری میں ان کی ناک کٹ جائے گی اور ان کی عزت پر حرف آئے گا۔ صحیح معنوں میں عزت دین اسلام پر چلنے میں اور سسرال والوں کے ساتھ محبت سے پیش آنے اور ان کا دل جیتنے میں ہے نہ کے بھاری بھرکم جہیز دینے میں۔ ہمیں اس سوچ کو بدلنا ہو گا۔

جہیز کی رسم ختم کرنے کے لیے لڑکے کے والدین پر لازم ہے کہ اپنے بیٹوں کی تربیت کے دوران انہیں یہ بات ذہن نشین کرائیں کہ بیوی کے جہیز اور اس کی دیگر ملکیت پر نظر رکھنا شوہر کی عزت نفس اور غیرت کے منافی ہے۔ مردوں کو اپنی کمائی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ بیوی کو حسب توفیق ضروریات زندگی مہیا کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے اگر بیوی اپنی ملکیت سے خوش دلی سے کچھ خرچ کرنا چاہے تو یہ اور بات ہے، ویسے اس کی ذمہ داری نہیں۔ اس لیے شوہر کے لیے جہیز کا مطالبہ کرنے کا کوئی دینی یا اخلاقی جواز ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سماجی برائیاں اس وقت تک دور نہیں ہو سکتیں جب تک کہ پورا معاشرہ ان کو ختم کرنے کے لیے متحرک نہ ہو جائے۔ جہیز کا مسئلہ بھی اسی طرح کا ہے۔ لہٰذا اس ضمن میں میری تجویز یہ ہے کہ حکومتی اور نجی دونوں سطحوں پر جہیز کے لین دین کے خلاف ایک تحریک چلائی جائے اور اس تحریک کے تحت جہیز کا مطالبہ کرنا جرم قرار دیا جائے اور باقاعدہ قانون سازی کے ذریعے اس کی سزا بھی رکھی جائے۔

پیاری بیٹی! یہ تھیں جہیز سے متعلق میری چند باتیں اور اس پر معاشرے کا ردعمل۔ جہیز کے لین دین کی وہ خامیاں جس نے معاشرے کا سکون برباد کر کے رکھ دیا ہے، کو ختم کرنے کے لیے پوری قوم کو متحرک ہونا چاہیے۔ آئیے اپنے پیارے نبی ﷺ کی اس حدیث کی روشنی میں کہ "وہ نکاح بہت بابرکت ہے جس کا بار کم سے کم پڑے" اس پیغام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہم سب آگے بڑھیں اور جہاں بھی جس سطح پر بھی ہم ہیں وہاں سے اس سوچ کو معاشرے میں پھیلائیں تاکہ جہیز اور دیگر غیر ضروری رسموں سے معاشرے کو پاک کرنے میں ہم اپنا کردار ادا کر سکیں۔

دعا گو

آپ کے ابو

Jazaa Foods

33

دو گنا منافع

بنتِ مسعود

نہر کے بائیں جانب بَل کھاتی پگڈنڈی ایک ایسی وادی پر جاکر ختم ہوتی تھی‘ جو تفریح کے اعتبار سے بہترین جگہ تھی۔ پہاڑ پر چڑھنے کے بعد ایک ہموار جگہ پر پیالے کی صورت میں جھیل موجود تھی۔ اس کو چاروں طرف سے نیلے‘ پیلے‘ اودے‘ نارنجی رنگا رنگ پھولوں نے گھیرا ہوا تھا۔ میدان پر ایک طرف اسٹرابری کے پودے سرخ سرخ اسٹرابری سے لدے ہوئے تھے۔ فضا میں بہت ہی نیچے نیچے پانی سے بھرے سفید بگلے جیسے بادل اٹکھیلیاں لے رہے تھے۔ ایک درخت کی شاخ سے جھولا لٹکا ہوا تھا‘ اس کے علاوہ اور بھی چند جھولے میدان میں لگے ہوئے تھے۔ اونچی اونچی بڑھی ہوئی گھاس میں شرارتیں کرتی پھدکتی گلہریاں نظریں الجھا رہی تھیں۔ بھیگی بھیگی آلودگی سے پاک ہوا جسموں کو سرشار کر رہی تھی۔

جھیل کے کنارے بچوں کی تفریح کے لیے کشتیاں موجود تھیں‘ جن کو بچے ایک مخصوص حد تک خود چلا سکتے تھے۔ اس کے علاوہ بڑی کشتیاں بھی موجود تھیں۔ ایک جانب اس علاقے کے روایتی کھلونے‘ شوپیس اور گفٹ آئیٹمز کا اسٹال تھا تو دوسری طرف بچوں اور بڑوں کے اعتبار سے کھانے کی اشیا کے اسٹالز بھی تھے۔ فضا میں گرما گرم سنہری تلی ہوئی مچھلی کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ہنستے کھلکھلاتے‘ خوشی سے گدگداتے بچوں سے بھری ہوئی بس آکر رکی اور تمام بچے نظم و ضبط کے ساتھ قطار کی صورت میں پگڈنڈی پر چلنے لگے۔ یہ سب بچے اپنے اسکول کی طرف سے پکنک پر آئے تھے۔ اساتذہ کی نگرانی میں جب بچے خیر و عافیت سے وادی میں پہنچ گئے تو پھر ٹولیوں میں بٹ گئے۔ ذہین و فطین رواحہ نے اپنے کلاس ٹیچر سے سوال کیا:

”سر اتنی پیاری جگہ پر جہاں اتنی تفریح کی چیزیں ہیں‘ وہاں ایک بہت بڑی کمی ہے؟ آپ سب سے پوچھیے‘ دیکھتے ہیں کون بتاتا ہے؟“

اس کے دلچسپ سوال نے سب کو ذہن پر زور دینے پر مجبور کر دیا‘ مگر بہت غور کرنے کے باوجود کوئی بھی نہیں بتا پایا۔ سر سہیل رواحہ کی ذہانت پر دل ہی دل میں ماشاء اللہ کہتے ہوئے اسی سے پوچھنے لگے: ”اچھا اب آپ بتائیے کہ کیا کمی ہے؟“

”سر اس جگہ کی مناسبت سے تمام جھولے اور تفریحی چیزیں تو ہیں اور غسل خانے اور بیت الخلائیں بھی موجود ہیں‘ مگر یہاں ”ہَٹ“ موجود نہیں ہے‘ حالاں کہ تیراکی اور کھانے کے بعد سب کا دل ایسی جگہ آرام کرنے کا چاہے گا۔“

اس کے تفصیلی جواب پر سر سہیل مسکرائے پھر کہا: ”شاباش بیٹا! مشاہدہ اچھی چیز ہے‘ لیکن جس چیز کی آپ کمی محسوس کر رہے ہیں وہی وجہ دراصل اس جگہ کے چناؤ کی ہے۔ پرنسپل صاحب چاہتے ہیں کہ اس پکنک میں ساتویں اور آٹھویں کلاس کے لڑکے خیمہ نصب کرنے کی ٹریننگ لیں‘ جیسا کہ پچھلے سال بھی ہوا تھا۔“ دونوں جماعتوں کے لڑکے خوشی سے چلّائے۔

اس تفریح کے لیے تمام سیکنڈری کلاسز آئیں تھیں‘ لہٰذا بڑے لڑکے تو خود ہی تیراکی کا لباس پہن کر جھیل میں کود گئے‘ مگر نسبتاً چھوٹی کلاس والوں کی نگرانی اساتذہ کر رہے تھے۔ اسٹرابری سے لدی شاخیں دل لُبھا رہیں تھیں۔ جی بھر کے تیراکی کرنے اور جھولوں پر سواری کرنے کے بعد جب سب بچے ستانے کے لیے بیٹھے تو پرنسپل صاحب نے ایک ایسا سوال کیا جس نے سب کو حیرت زدہ کر دیا۔

”کیوں بچو...! آپ میں سے کون بچہ تیار ہے‘ جو واپسی سے پہلے یہاں ہزاروں رکعت نوافل پڑھے؟“ کچھ بچوں کے حیرت سے کھلے منہ دیکھ کر وہ مسکرائے اور پھر بولے: ”جسے آپ ناممکن سمجھ رہے ہیں‘ وہ بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ میں آپ کو ایک ایسا عمل بتاتا ہوں‘ جو اگر اخلاص سے کیا جائے تو بظاہر بہت چھوٹا اور بے مشقت اور کم وقت والا ہونے کے باوجود اس کا ثواب ہزار رکعت نوافل اور ایسی ہی دوسری عبادت جتنا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: ”جو شخص ایک ساعت (گھڑی) اللہ کی بڑائی سوچے (اللہ کا ذکر دِل کے دھیان سے کرے) اسے ستّر سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔“ (مفہومِ حدیث)

”تو بچو! اب آپ سوچیں کہ عقل مند انسان تو نفع کا سودا کرتا ہے۔ یہاں اللہ کی قدرت اور بڑائی کے ایسے پیارے پیارے نظارے ہیں تو کیوں نہ ہم بھی لگے ہاتھوں اس موقع سے فائدہ اُٹھائیں اور اپنے اس تفریحی ٹرپ پر آخرت کا کریڈٹ بھی اکٹھا کر کے لے جائیں۔“

پرنسپل صاحب کی بات پر تمام بچوں نے پرجوش ہو کر ”سبحان اللہ“ کا نعرہ لگایا اور سب کے سب باتیں کرنے کے بجائے کچھ لمحے خاموشی سے قدرت کے ان حسین مناظر پر غور و فکر کرنے میں مشغول ہو گئے کہ ان سب کا بنانے والا خود کتنا پیارا ہو گا اور یوں اس ٹرپ کو دنیا و آخرت کے لیے مفید کر لیا گیا۔

پیارے بچو...! آپ کا کیا خیال ہے اس پر عمل کرنے کے بارے میں؟

بقیہ

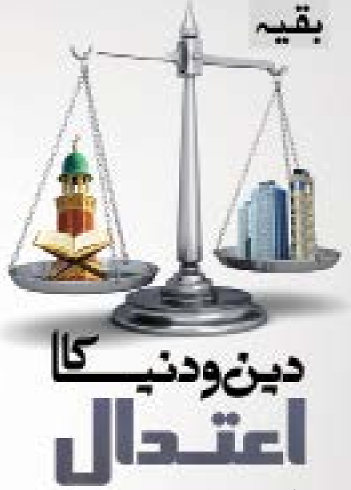

جس کے نتیجے میں تمھیں قابل ملامت اور قلاش ہو کر بیٹھنا پڑے۔

ایک اور آیت کریمہ میں اللہ رب العالمین اپنے خاص بندوں کے اوصاف میں اعتدال کا بطورِ خاص ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: {وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا} (فرقان: ٦٧) ترجمہ: اور جب وہ خرچ کرتے ہیں‘ اور جب وہ خرچ کرتے ہیں‘ نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں‘ بل کہ ان کا طریقہ اس اِفراط و تفریط کے درمیان اعتدال کا ہے۔ اسی طرح ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ {اَلْاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِیْشَةِ} (معجم الاوسط للطبرانی: ج: ۷‘ ص: ۲۵) ترجمہ: خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی آمدنی ہے‘ گویا فضول خرچی سے بچنے اور مالی حالت بہتر کرنے کا نسخہ بتایا ہے۔ ان آیاتِ مبارکہ اور حدیث شریف میں جس اعتدال اور میانہ روی کا ذکر ہے‘ یہ وہی ہے جو امتِ محمدیہ کی خصوصیت ہے۔

الغرض زندگی کا جو بھی پہلو ہو‘ اگر اعتدال سے خالی ہو گا تو لازمی طور پر بے اعتدالی کا شکار ہونے کی وجہ سے متاثر ہو گا‘ بل کہ اس طرح اعتدال سے ہٹ جانے کو گمراہی کے الفاظ سے تعبیر کرنا بھی غلط نہ ہو گا‘ کیوں کہ حقیقت میں یہ بے اعتدالی بعض اوقات اللہ کی مقرر کردہ حدود سے بھی آگے لے جاتی ہے۔

قارئینِ گرامی! مختصر یہ کہ انسان عبادت کرے یا تجارت‘ اسے اعتدال کو مدِّنظر رکھنا ہو گا‘ ورنہ بعض اوقات ایسا شخص زندگی کے اصل مقصد سے بہت دور نکل جاتا ہے اور اس کا طریقہ صرف اور صرف یہ ہے کہ انسان بے اعتدالی کیے بغیر حقوق اللہ اور حقوق العباد ٹھیک ٹھیک ادا کرنے لگ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ اعتدال اور فہمِ دین نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

Parus Plastic

37

ژیان پور کی ژالہ باری

ڈاکٹر الماس روحی

ژیان پور ایک ایسا گاؤں تھا جہاں لوگوں کو بہت غصہ آتا تھا۔ ہر کوئی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے پر غصہ کرتا تھا۔ لوگوں کے دلوں سے ہمدردی اور محبت ختم ہو گئی تھی۔ ژوار کے دادا جی بڑے حیران تھے۔ وہ ایران میں رہتے تھے۔ اس دن مشرق سے سرخ سورج طلوع ہوا تھا۔ جنوبی تیز ہوائیں سب کے چہروں کو چوم رہی تھیں۔ بید کے درخت جھوم رہے تھے۔ ژوار کے ابا ٹریکٹر لے کر کھیتوں کی طرف جا رہے تھے۔ آج گندم کی اگائی تھی۔ ژوار کا بڑا بھائی ژاری اسپرے کی ٹنکی لے کر جا رہا تھا۔ اسے کپاس کے کھیت میں کیڑے مار دوا چھڑکنا تھی۔ ژوار کی اماں اسے اسکول بھیج رہی تھیں۔ اماں اسے کہہ رہی تھیں: ''اسکول میں خوب دل لگا کر پڑھنا تم ایک اچھے بچے ہو۔'' ژوار برابر ٹھنک رہا تھا۔ آج اس کا اسکول جانے کا دل نہیں کر رہا تھا۔ اس کی ننھی منی بہن زرتاشہ ہاتھ ہلا ہلا کر اسے ٹاٹا کر رہی تھی۔ اتنے میں دروازے پر ایک ژولیدہ آدمی بھیک مانگتے ہوئے اندر آیا۔ دادا جی پودوں کو پانی ڈال رہے تھے۔ وہ ایک ژرف نگاہ انسان تھے۔ وہ جان چکے تھے کہ یہ فقیر نہیں بل کہ ایک جادوگر ہے۔ دادا جی نے ایران میں ژند زبان سیکھی تھی۔ وہ فقیر اسی پرانی ایرانی زبان میں منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ژاژ تھی۔ اس کے پیچھے اونٹ کھڑا ژاژ کھا رہا تھا۔ اس نے ژند اوڑھ رکھی تھی۔ دادا جی جانتے تھے کہ وہ گاؤں کو ژولیدہ کر دینا چاہتا ہے۔ وہ ایک ژیانی آدمی تھا جو برابر منتر پڑھ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد ژیان پور میں سب لوگ پتھر کے ہو چکے تھے۔ جو جہاں تھا' وہ وہاں رک گیا تھا۔ دادا جی ژند زبان میں منتر کا توڑ کر رہے تھے اس لیے جادو ان پر اثر نہیں کر سکا تھا۔ ژیان پور گاؤں کے چاروں طرف سناٹا تھا۔ ایسی خاموشی تھی جس سے خوف آ رہا تھا۔ جادوگر سب کو پتھر کا بنا کر خود غائب ہو چکا تھا۔ ژیان پور میں آپس کے جھگڑوں سے یہ مصیبت آئی تھی۔ دادا جی رو رو کر ہر آدمی کے کان میں بس یہ ہی کہہ رہے تھے کہ ''جو لوگ بات بے بات پر غصہ کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو جاتا ہے اور ان پر ایسی آفت آ جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور اس سے سچے دل سے معافی مانگو۔'' شام ہونے والی تھی۔ ژیان پور والوں کی طرف سے دادا جی نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ تھوڑی ہی دیر میں تیز ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں اور بادل سرخ ہو گئے۔ آندھی کے آثار نظر آنے لگے پھر بوندیں برسنا شروع ہو گئیں۔ ابھی تک سب اپنی اپنی جگہ پر پتھر بنے کھڑے تھے۔ بوندوں میں تیزی آ گئی۔ بارش کا پانی ٹھنڈی ہواؤں سے جم کر اولے بن کر گرنے لگا۔ ژالہ باری کے ہونے پر پتھر کے لوگوں میں جان پڑ گئی۔ ہر آدمی خود کو بچاتا ہوا اپنے گھر کی طرف دوڑنے لگا۔ اس ژالہ باری نے ژیان پور کے لوگوں کو سبق سکھا دیا۔ انہوں نے چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ ہونا چھوڑ دیا۔ اب سب آپس میں مل جل کر رہتے ہیں اور ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔ بچے بھی اب خوشی خوشی اسکول جاتے ہیں۔

ژالہ باری	آسمان سے اولے گرنا	ژرف نگاہ	تیز نظر
ژولیدہ	الجھے ہوئے بالوں والا	ژیان	غصے والا
ژاژ	کانٹے دار جھاڑی	ژند	قدیم ایرانی زبان
ژیانی	جھوٹا' مکار		

بچوں کے فن پارے

ماہنامہ فہم دین

ستمبر کے نئے سوالات

سوال نمبر 1 : سلیمان بن اشعثؒ کس امام کا نام ہے ؟

سوال نمبر 2 : ماسٹر اُلّو کیا سبق دیتا ہے ؟

سوال نمبر 3 : پنکی اور نکی نے کیا دعا کی تھی ؟

سوال نمبر 4 : ذونی نے ارم کو کیا خاص تحفہ دیا ؟

سوال نمبر 5 : رات کو سوتے وقت انسانی جسم سے کونسے cells خارج ہوتے ہیں ؟

سوال نمبر 6 : حضرت ابراہیمؑ جب حضرت اسماعیلؑ کو قربان گاہ لائے تو حضرت اسماعیلؑ نے اُن سے کیا فرمائش کی ؟

پیارے بچوں کے لیے پیاری سی نظم

میں ایک بکرا ہوں !
دنیا میرا دوست ہے
گائے میری چچی ہے
اونٹ میرا ماموں ہے
بچوں کا میں دوست ہوں
قصائی میرا دشمن ہے
کالی کالی سرمے والی
آنکھوں سے جب گھورتا ہے
میں...مے مے کرتا ہوں
کرتے ہیں جب بچے تنگ
سینگیں اپنی مارتا ہوں
چاند رات والے دِن
خواب مجھ کو آتے ہیں
چھریاں لے کے قصائی
مجھ کو خوب ڈراتے ہیں
رب کی رضا میں راضی ہوں
میں ایک بکرا ہوں

ریٹ تیرے سن کے میں تو حیران رہ گیا
صفائی کی فیس پوچھی تو پریشان ہو گیا
تیری قربانی تو عید کو ہو گی بکرے میاں
میں تو مگر، عید سے پہلے ہی قربان ہو گیا

پیارے پیارے بچوں کو بکرا عید مبارک ہو

کس کس کو بکرا باہر گھمانے کا شوق ہے ؟

جی...تو سب ہی بچوں کو شوق ہے۔

کیا آپ کو بکرا عید پر قربانی کا مقصد معلوم ہے ؟

جی پیارے نبی حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے۔

اللہ سے محبت میں...اللہ کی اطاعت میں

وہ اپنے پیارے بیٹے کو قربان کر رہے تھے۔

جی ہاں ! بکرا عید کا سب سے بڑا سبق اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری ہے 'کام چاہے کوئی بھی ہو اور چاہے وہ ہمیں سمجھ بھی نہ آرہا ہے' لیکن اسے اللہ کا حکم سمجھ کر سر جھکا کر ماننا ضرور ہے۔

مانیں گے ناں سب بچے ان شاء اللہ...؟

جولائی کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1 : جی ہاں

سوال نمبر 2 : ابو عبدالرحمان

سوال نمبر 3 : تین انگلیوں سے

سوال نمبر 4 : آپ ﷺ نے اونٹ کے قریب بیٹھ کر اپنا گھٹنا مبارک کھڑا فرمادیا، جس پر پاؤں رکھ کے حضرت صفیہؓ اونٹ پر سوار ہو گئیں

سوال نمبر 5 : امام ابو حنیفہؒ

جولائی کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1 ...محمد مصطفیٰ نور، 9 سال، شعبہ حفظ، کراچی

2 ...مراد بی بی، 7 سال، کلاس سوئم، گوادر

3 ...ہاجرہ ضیا، عمر 11 سال، پنجم، کراچی

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہم دین مبارک ہو۔

نوٹ : آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہو گا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہم دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

سنت سیریز

قربانی کا بکرا

عمر اپنے بکرے کی رسی پوری طاقت سے کھینچے جا رہا تھا' جب کہ بکرے میاں ٹس سے مس نہیں ہو رہے تھے' بل کہ عمر کے اس طرح زور لگانے پر بکرے کی گردن میں رسی کی وجہ سے زخم ابھر رہا تھا اور بکرے کے چہرے پر تکلیف کے آثار واضح ہو رہے تھے۔

دراصل بقر عید کی آمد آمد تھی۔ ہر طرف گائے' بکرے کے باڑے بنے ہوئے تھے۔ بچے کیا' بڑوں میں بھی ایک جوش نمایاں تھا اور آج کل ہر کسی کو اپنے جانوروں کو دوسرے جانوروں کے ساتھ بھگا کر مقابلہ کروانے کا بے حد شوق چڑھا ہوا تھا۔ اسی شوق میں عمر بھی پیش پیش تھا۔ عمر انصر کے پڑوس میں رہتا تھا اور آج جب عمر بکرے کو اتنا زور دے کر کھینچ رہا تھا تو انصر سے رہا نہ گیا۔

"عمر! کیا تم جانتے ہو؟ تمہارے اس طرح زور آزمائی سے بکرے کو کس قدر تکلیف پہنچ رہی ہے' اگر تم اس پر رحم کرو گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم پر رحم کرے گا اور ناحق تکلیف دو گے تو اس کی پوچھ ہو گی۔"

"کیا مطلب؟" عمر نے انصر کی بات سن کر چونک کر کہا۔

حضرت ابو عمامہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ذبیحہ کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو شفقت و رحمت کا معاملہ کرے گا خدائے پاک قیامت میں اس پر رحم فرمائے گا۔" (ادب المفرد)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بکریوں کی خوب خدمت کرو۔ اس کی تکلیف دہ چیز دور کرو کہ یہ جانور جنت میں سے ہے۔" (مجمع جلد)

یعنی اس کے جسم پر اگر کیڑے آجائیں تو ان کو دور کر دو' زخم وغیرہ ہو جائے تو اس کو دھوؤ' صفائی وغیرہ کرو' مرہم پٹی کر دو۔ یہ سب سنت اور اجر کی نیت سے کرو۔

"تو آؤ! اب تمہارے بکرے کے نہ چلنے کا مسئلہ معلوم کریں۔" انصر بولا تو عمر چونکا۔ "تم اس کے کان چیک کرو' میں اس کے پیروں کے تلے دیکھتا ہوں۔" دیکھا تو واقعی بکرے کے ایک پاؤں کے نیچے کیڑے پڑ رہے تھے۔ انصر نے دستانے پہن کر پٹرولیم جیلی اور ململ کے کپڑے سے ان کو صاف کیا اور وہاں دوائی لگائی۔ پھر عمر کے بے دردی سے کھینچنے پر گردن پر جو زخم پڑ گیا تھا' اس پر مرہم لگایا اور بکرے کو چارہ پانی دے کر باندھ دیا۔

شام کو عمر نے انصر کے دروازے پر دستک دی۔ عمر کے خوشی سے چمکتے چہرے اور ساتھ ہی بکرے میاں کی مَیں مَیں نے انصر کو سب سمجھا دیا۔ عمر نے انصر کا شکریہ ادا کیا اور اپنے سب دوستوں کو جانوروں سے حسنِ سلوک اور ان بے زبانوں کے مسئلے کو سمجھنے اور جاننے کے متعلق سنت کے ساتھ رہنمائی کرنے کا وعدہ کیا۔

انصر نے عمر کی بات سن کر بے اختیار "الحمد للہ" کہا۔

کاش! سب بچے قربانی کے بے زبان جانوروں کو پیار سے سمجھائیں۔

Parvaiz Umer

41

حرمِ پاک

الٰہی! کیا دربار تیرا حرم ہے!
سبھی جن و انس و ملک سے بزم ہے
نہیں کوئی فرقِ عرب اور عجم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

ہے مرکز کے دنیا میں موجود ایسے
کہ ہو چاند تاروں کے جھرمٹ میں جیسے
یہاں کا نظارہ ہی مثلِ اِرم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

جو پڑتی ہے پہلی نظر کیا بتائیں
تو سب جانتا ہے تجھے کیا سنائیں
زبان میں ہے طاقت نہ لفظوں میں دَم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

حرم میں ہے بکھرا ہوا نور تیرا
جہاں دیکھو جلوہ ہے مستور تیرا
ترے در کا ہر گوشہ ہی محترم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

نگاہوں کی ٹھنڈک غلافِ حرم ہے
سکونِ دل و جاں طوافِ حرم ہے
یہاں پر زمانے کا نہ کوئی غم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

تجلی لُٹاتا ہے یوں بابِ کعبہ
کہاں لا سکا ہے کوئی تاب کعبہ
کیا تیرا جلال اور جاہ و حَشم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

حریمِ حرم ہر مسلماں کی منزل
سعادت ہے پڑھنا یہاں پہ نوافل
یہ کعبے کا حصہ خدا کی قسم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

کیا رونق لگی ہے تیرے در پہ مولا
کیا ملتی خوشی ہے تیرے در پہ مولا
یہ تیری عنایت ہے تیرا کرم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

دعا ہے الٰہی مرے دِل کی از حد
کہ جوہر بھی لے بوسۂ حجرِ اسود
ہمیشہ ہی رکھتا تو میرا بھرم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

میرے نبی ﷺ پہ جو اُتری کتاب باقی ہے

سُکوں کہاں ہے، وہی اضطراب باقی ہے
فرعونِ وقت کا اب بھی حساب باقی ہے
مجھے مٹائے گا کیسے یہ کفر اور اِلحاد
میرے نبی ﷺ پہ جو اُتری کتاب باقی ہے
نہیں ہے اب بھی مکمل تقاضائے انصاف
کہ محتسب کا ابھی احتساب باقی ہے
ہوا ہے مسجدِ خیرُ الانام ﷺ پر حملہ
اب اس سے زیادہ بھی کیا کچھ خراب باقی ہے
بھلے ہی عیش و مسرت میں ہو یہاں نمرود
بروزِ حشر حساب و کتاب باقی ہے
عجب ستم ہے کئی قافلوں کو بھٹکا کر
یہ حرص اور ہوس کا سُراب باقی ہے
نہیں ملے گی تجھے حق کی معرفت جب تک
اَنا کے بت کا، حسد کا حجاب باقی ہے
ہے کفر ایک تو مومن جدا جدا کیوں ہیں
یہ وہ سوال ہے، جس کا جواب باقی ہے
اے ارسلانؔ! یقین ہے عروج آئے گا
کہ مومنوں میں ابھی آب و تاب باقی ہے

گلدستہ

حمد باری تعالیٰ

کونین کی ہر شے میں وہی جلوہ نما ہے
جتنی بھی ہو توصیف خدا، حق ہے، بجا ہے
یہ ابر، یہ کہسار، یہ صحرا، یہ گلستاں
ہو کچھ بھی ہے، سب اُس کا کرم اُس کی عطا ہے
ہر گُل کے تبسم میں عیاں حُسن ہے اُس کا
بلبل کے ترنم میں نہاں اس کی صدا ہے
ہر منزل دشوار کو کرتا ہے وہ آساں
وہی قادر مطلق ہے، وہی عقدہ کشا ہے
وہ سب طلب سب کو عطا کرتا ہے روزی
مومن ہے کہ کافر ہے، بُرا ہے کہ بھلا ہے
تحصیل زر و مال نہ شہرت نہ مراتب
اقبال کا مقصود فقط اُس کی رضا ہے
سید اقبال عظیم

مالک کا ڈھیر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جب عراق فتح ہوا تو کسریٰ کے خزانے مسجد نبوی ﷺ میں لا کر ڈھیر کر دیے گئے تو حضرت فاروق اعظمؓ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی یا اللہ آپ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا کہ:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ

ترجمہ: خوش نما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی جو رتیں ہوئیں، بیٹے ہوئے، لگے ہوئے ڈھیر ہوئے، سونے اور چاندی کے نشان لگے ہوئے گھوڑے ہوئے، مویشی ہوئے اور زراعت ہوئی۔ یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیاوی زندگی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

یعنی لوگوں کے دلوں میں خواہشات نفسانی کی چیزیں، عورتیں، بچے، سونا چاندی کے ڈھیر وغیرہ کی محبت ڈال دی گئی ہے اس لیے میں یہ دعا تو نہیں کرتا کہ یہ فطرت بدل دی جائے، مگر میں یہ دعا کرتا ہوں کہ ان چیزوں کی محبت آپ کے راستے اور آپ کی رضا جوئی میں ہمارے لیے معین و مددگار ہو جائے۔

(مجالس مفتی اعظمؒ، از مفتی عبد الرؤف سکھروی، ص: ۳۳۶)

مدحت کا گلاب

رونما جب ہو گیا دنیا میں رحمت کا گلاب
ہر شجر پہ کھِل اٹھا حق کی صداقت کا گلاب
حشر میں کیوں کر نہ ہو مجھ کو بھی امید نجات
میرے ہونٹوں پہ سجا رہتا ہے مدحت کا گلاب
جلوہ گر دل میں اگر ہو الفتِ خیر الوریٰ
گلشن ہستی میں کھل اٹھے اطاعت کا گلاب
اے شہ کون و مکاں! اے شافعِ روزِ جزا!
میرے دامن میں بھی رکھ دیں اب عنایت کا گلاب
آبیاری خون سے امت نے کی ہے دوستو!
کب کھلے گا ملک میں حکم شریعت کا گلاب
نفرت، بغض و عداوت کا بھی ہو گا خاتمہ
باغِ دل میں کھل اٹھے جب بھی محبت کا گلاب
ہو شہِ امم پہ اے حبیبؔ خوش نوا
یہ ترا حسنِ بیاں ہے یا فصاحت کا گلاب
قاری سید حبیب اللہ حبیبؔ

علم کی تعریف

علم وہ ہے جو گناہ کرنے سے زائل ہو جاتا ہے اور گناہ گار کو حاصل نہیں ہوتا۔

اگر محض الفاظ دانی کا نام علم ہوتا تو وہ معاصی کے ساتھ بھی جمع ہو جاتا ہے، بل کہ کفر کے ساتھ بھی، ورنہ بیروت اور جرمن میں عیسائی عربی کے ادیب ہوتے ہیں، اُن کا حافظہ بھی قوی ہے اور ذہن بھی تیز ہے، (مگر وہ الفاظ دانی تو ہے، علم نہیں ہے۔)

علم کی حقیقت نور ہے، جس کی نسبت قرآن مجید میں ارشاد ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ اسی کو روح بھی فرمایا ہے وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ بس حقیقت میں یہی چیز علم ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے کتابیں زیادہ نہیں پڑھی تھیں، مگر اللہ تعالیٰ نے قلب میں ایک نور بخشا تھا کہ جس چیز کو بیان کرتے تھے بالکل صحیح فرماتے تھے اور اب کسی کو کتابی تجربہ ہو جائے، مگر وہ علم نصیب نہیں ہوتا جو امام صاحب کو حاصل تھا۔ (تحفۃ العلماء، از مولانا اشرف علی تھانویؒ، ص: ۳۹)

آپ کے اشعار

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
سالار کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا
ڈاکٹر علامہ محمد اقبال

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر وہیں پہ غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے، آپ کا پردہ وہ کیا ہوا؟
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا
اکبر الٰہ آبادی

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا ہے اسی کا
شاد عظیم آبادی

جس طرف کی تان سنیے اک نرالا راگ ہے
شوقؔ اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ ہے
احمد علی شوق قدوائی

دیکھ آؤ مریضِ فرقت کو
رسم دنیا بھی ہے، ثواب بھی ہے
حسن بریلوی

لطف ہے کون سی کہانی میں
آپ بیتی کہوں کہ جگ بیتی
مرزا محمد ہادی رسوا

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے
ثاقب لکھنوی

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
مولانا ظفر علی خان

اس دہان کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے
صفی لکھنوی

تاریخِ اسلام سے واقفیت اور ”مولیرا“ کا قبولِ اسلام

جدید تعلیم یافتہ نوجوان لوگوں کو اسلام سے متاثر کرنے کا بہترین اور سب سے مؤثر طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ان کارناموں سے متعارف کروایا جائے، جو اسلامی تاریخ میں مسلمانوں نے سائنس، تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کے میدان میں سر انجام دیے۔ اس سے اُن کے اندر اعتماد پیدا ہو گا۔ ہوتا یہ ہے کہ مغربی افکار اور ثقافت کی چمک بہت گہری ہوتی ہے اور اس کے مقابلے میں اپنے ورثہ اور تاریخ کی واقفیت بھی نہیں ہوتی۔ اس عدم واقفیت کی وجہ سے اپنے ورثہ پر اعتماد نہیں ہوتا اور اس عدم اعتماد کی وجہ سے اپنے مستقبل سے مایوسی طاری رہتی ہے۔ دوسروں کے ورثے سے خوب آگاہی ہوتی ہے، اس لیے اعتماد بھی انہیں کے مستقبل سے وابستہ رہنے پر ہوتا ہے۔ آپ ایک بچے سے شیکسپیئر کے بارے میں پوچھیں تو وہ خوب بتائے گا شاید اس کے بہت سے اشعار بھی سنا دے، لیکن ذرا اس سے مولانا روم کے بارے میں دریافت کر کے دیکھیں تو شاید اس نے نام بھی پہلی مرتبہ سنا ہو گا۔

میں ایک صاحب سے ملا ہوں، اسپینی مسلمان ہیں اور اسلام کے بہت پُر جوش مبلغ ہیں۔ اُن کے اثر و رسوخ سے تقریباً بائیس ہزار اسپینی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اُن کا اسلام سے واسطہ اس طرح پڑا کہ اُن سے اسپینی حکومت نے کہا کہ ۱۴۹۲ء میں اسپین میں مسلمانوں کا زوال ہوا تھا۔ اس لیے ۱۹۹۲ء میں مسلمانوں کے زوال کا پانچ سو سالہ جشن منایا جائے اور اس بات کی خوشی منانے کا اہتمام کیا جائے کہ مسلمان یہاں سے پانچ سو سال قبل نکالے گئے تھے۔ اُن صاحب سے کہا گیا کہ آپ اس سلسلے میں ایک کتاب مرتب کریں جس میں اس دور کے مسلمانوں کے مظالم اور ناانصافیوں کا تذکرہ ہو۔ جب انہوں نے مطالعہ شروع کیا تو انہیں محسوس ہوا کہ یہ کام عربی زبان سیکھے بغیر نہیں ہو سکتا، چناں چہ انہوں نے عربی زبان سیکھی اور مسلمانوں کی تاریخ پر کام کرنا شروع کر دیا۔ اس کام کے دوران میں وہ اپنے ذاتی مطالعے سے اس نتیجے پر پہنچے کہ اسپین کی تاریخ کا سنہری اور زریں دور وہ تھا جب مسلمان یہاں حاکم تھے۔ علوم و فنون کا چرچا ہوا، ادارے بنے، بہترین عمارتیں تعمیر ہوئیں، مفید کتابیں لکھی گئیں۔ نہ مسلمانوں سے پہلے اس قدر کام ہوا تھا اور نہ مسلمانوں کے بعد ہوا۔ یوں انہیں اسلام سے دل چسپی پیدا ہو گئی۔ مسلمانوں کے کارنامے جاننے کا موقع ملا اور اس طرح اسلام پر اعتماد پیدا ہونا شروع ہوا۔ اب انہوں نے قرآن پاک کا مطالعہ شروع کر دیا، پھر حدیث کا مطالعہ کیا اور بالآخر اسلام قبول کر لیا۔ اپنا سابقہ منصوبہ ادھورا چھوڑ کر اسلام کی تبلیغ میں لگ گئے۔ انہوں نے اپنا نام عبد الرحمان رکھا۔ پورا نام عبد الرحمان مدینہ مولیرا ہے۔ میں اُن سے کئی بار ملا ہوں۔ میرے بہت اچھے دوست ہیں۔ اُن کے تجربے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اصل کمزوری بے اعتمادی اور اعتماد کا فقدان ہے۔ ہم مسلمانوں کو اپنی تاریخ کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے، اس سے اسلام پر اعتماد پیدا ہو گا۔

J.

47

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

تمبر 2016ء، شوال المکرم 1437ھ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کے تحت ملک بھر میں تعلیم کو عام کرنے والے 313 قرآنی مراکز میں پڑھنے والے بیس ہزار سے زائد طلبہ کا امتحانی جائزہ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی طرف سے ان قرآنی مراکز کے امتحانات میں کام یاب ہونے والے پس ماندہ مگر ذہین پانچ ہزار چھ سو طلبہ کے لیے کپڑوں کے تحائف

صوبائی سطح پر منعقد ہونے والی تقسیمِ انعامات کی تقریب میں صوبائی وزیر راجہ اشفاق سرور نے انیس اطہر کو ایک گولڈ میڈل، 10,000 کیش اور شیلڈ سے نوازا

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ ملکِ عزیز پاکستان کے گوشے گوشے میں قرآنی مراکز قائم کرکے کتابِ ہدایت قرآن مجید کی تعلیم کو عام کرنے اور دین کا شعور کا بیدار کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔ گزشتہ چھ سالوں میں بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کے تحت کام کرنے والے قرآنی مراکز کی تعداد 313 سے متجاوز ہو چکی ہے۔ ان قرآنی مراکز کی تعلیم کو معیاری بنانے کے لیے ٹرسٹ دو اہم کام کرتا ہے۔ ایک یہ کہ ہر ضلع کے نگران قرآنی مراکز ہر مہینے اپنے ضلع میں قائم قرآنی مراکز میں زیر تعلیم طلبہ کا امتحان لیتا ہے اور اُن کی تعلیمی جائزہ رپورٹ تیار کرکے اور اس کی روشنی میں بہتری کی سفارشات اور تجاویز مرتب کرکے جامعہ بیت السلام لنک روڈ کراچی میں قائم قرآنی مراکز کے مرکزی دفتر میں ارسال کرتا ہے۔

پھر ٹرسٹ دوسرا اہم کام یہ کرتا ہے کہ کراچی سے قرآنی مراکز کی ایک نگران ٹیم سال بھر میں تمام قرآنی مراکز کا کم از کم ایک دفعہ دورہ ضرور کرتی ہے اور اس ٹیم کے پیشِ نظر پاکستان بھر میں قائم تمام قرآنی مراکز کے ماہانہ جائزوں کے نمبرز بھی ہوتے ہیں۔ پھر یہ نگران ٹیم سال میں ایک مرتبہ تمام قرآنی مراکز کا بذاتِ خود امتحان لیتی ہے اور ہر مرکز کی ایک سالانہ رپورٹ تیار کرتی ہے، جس کی روشنی میں ممتاز قرآنی مراکز کے اساتذہ اور طلبہ میں تقسیمِ انعامات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ پھر اس میں یہ ہوتا ہے کہ بعض علاقوں میں ذہنی پسماندگی اور دین سے دوری زیادہ ہوتی ہے اور استاد کی زیادہ محنت کے باوجود بھی خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہو پاتے، جب کہ بعض اضلاع میں تبلیغی جماعت کے کام کی وجہ سے دین سے دوری بھی زیادہ نہیں ہوتی اور ذہنی پسماندگی بھی زیادہ نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے نسبتاً کم محنت سے بھی اچھے نتائج حاصل ہو جاتے ہیں، اس کا مختلف اضلاع کے نتائج پر فرق پڑتا ہے۔ اس فرق کو کنٹرول کرنے کے لیے قرآنی مراکز کی نگران ٹیم اسی ذہنی پسماندگی اور دین سے تعلق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مختلف اضلاع کے لیے کام یابی کا معیار اور میرٹ مختلف طے کرتی ہے اور اس حد تک پہنچنے والے طلبہ کرام کو سوٹوں کے تحائف سے نوازا جاتا ہے۔ الحمد للہ! اس سال بیت السلام قرآنی مراکز میں زیرِ تعلیم 20,000 سے زیادہ طلبہ نے اس امتحان میں شرکت کی، اور ان میں سے 5,600 طلبہ کام یاب قرار پائے، جنہیں بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ نے ایک ایک سوٹ تحفے میں دیا۔

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کا رمضان المبارک میں اپنے ماتحت چلنے والے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے پسماندہ عملے کے لیے ریلیف پیکج

رمضان المبارک میں سحر و افطار کے لیے نقد رقم، عید کے لیے کپڑوں کے تحائف اور سات اضلاع میں قائم 67 قرآنی مراکز کے اساتذہ کے لیے دو ماہ کا راشن

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ رمضان المبارک میں اپنے عملے سمیت مختلف علاقوں کے پسماندہ خاندانوں کو ریلیف پیکج بھی دیتا ہے، تاکہ اُن کا رمضان بھی اچھا گزر جائے اور وہ عید کی تیاری بھی اچھے انداز میں کر سکیں، چناں چہ اس سال بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ نے مختلف علاقوں میں اپنے ماتحت چلنے والے شعبوں میں کام کرنے والے غریب افراد کو تین تین ہزار روپے نقد اور عید کے لیے کپڑوں کے تحائف دیے۔ اس کے علاوہ جامعہ بیت السلام لنک روڈ کے گرد و نواح میں مختلف گوٹھوں میں 210 خاندانوں میں راشن پیکج تقسیم کیا، اس راشن پیکج میں گھی، دالیں، چینی، روح افزا، آٹا، بیسن اور چاول شامل تھے۔ اس کے علاوہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ نے پاکستان بھر میں سات اضلاع میں قائم 67 قرآنی مراکز کے اساتذہ کرام کو دو ماہ کا راشن بھی تقسیم کیا۔

Brighto
48